

مدیر
مولانا محمد الیاس گھمن

فقیہ
سرگودھا
ماہنامہ

شمارہ نمبر 3

مارچ 2015

جلد نمبر 4

قصر صحابیت اور
تاریخ کے تشے !!

اسلام کا عالمی
مالیاتی نظام

آہ...
حکیم العصر
بھی چل بسے !!



کرکٹ ورلڈ کپ 2015 اور معروضی حالات

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

www.ahnafmedia.com

ناشر



طلباء! آج مساجد، خطبات، علماء کرام، ذوقی، تحقیقی
اور مسلکی ذوق رکھنے والے افراد کے لیے

پانچواں سالانہ

دورہ تحقیق المسائل

12 روزہ

2015
23 مئی تا 4 جون

آغاز سبق صبح 7:30 بجے
اختتام سبق: 11:00 بجے

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانات کے فوراً بعد

مہتمم کے مطابق ستر نو روزہ لائیں

خصوصی اسباق

مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ
متکلم اسلام

بانی و امیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعت

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

مقام: مرکز اہل السنۃ والجماعت 87 جنوبی سرگودھا

03326311808/03467357394/0483881487

ahnafmedia.com / markazahnf@gmail.com

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا کا ترجمان



شمارہ نمبر 3

مارچ 2015

جلد نمبر 4

معاون مدیر

مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

مدیر

مولانا محمد البیاس گھمن

خط و کتابت کا پتہ

بیرون ممالک

دفتر رسائل و جرائد
مرکز اہل السنۃ والجماعت
87 جنوبی سرگودھا

mag@ahnafmedia.com

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر..... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر..... سالانہ

آن لائن پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے

www.ahnafmedia.com

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

سالانہ 300 روپے
زرتعاون

سرکولیشن منیجر

0332-6311808

صبح 8 تا 4 بجے شام



WhatsApp

+923062251253

ناشر مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا

فہرست

- کرکٹ ورلڈ کپ 2015 اور معروضی حالات ----- 3
- اداریہ
- متکلم اسلام کے دورہ ہانگ کانگ کی سرگزشت ----- 6
- شاہد اقبال، ہانگ کانگ
- اسلام کا عالمی مالیاتی نظام ----- 16
- محمد شارب رحمۃ اللہ علیہ
- آہ..... حکیم العصر بھی چل بسے !! ----- 22
- مولانا محمد کلیم اللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ
- انشورنس کا متبادل ”نظام تکافل“ ----- 26
- مفتی محمد راشد ڈسکوی رحمۃ اللہ علیہ
- قصر صحابیت اور تاریخ کے تیشے !!! ----- 37
- مولانا عبد المنان رحمۃ اللہ علیہ
- فکری گمراہی کا چھٹا سبب ----- 43
- مولانا محب اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ
- امام عبید اللہ بن عبد اللہ الہندلی رحمۃ اللہ علیہ ----- 51
- مولانا محمد عاطف معاویہ رحمۃ اللہ علیہ
- الاشباہ والنظائر (2) مفتی محمد یوسف ----- 56
- تبصرہ کتب ۱۱ (ارشاد الحواشی) ----- 59

کرکٹ ورلڈ کپ 2015 اور معروضی حالات

کھ..... ادارہ

ان دنوں دنیا بھر میں بالخصوص جنوبی ایشیاء میں کرکٹ ورلڈ کپ کا جنون اپنے عروج پر ہے۔ نوجوان نسل کا پسندیدہ یہ کھیل شہرت کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ عالمی سطح پر اس کے کھلاڑیوں اور شائقین کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے۔ دنیا بھر کی طرح پاکستان کے عوام بھی اس کے دلدادہ ہیں۔

یہ سب کچھ اپنی جگہ لیکن ہمیں معروضی حالات کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارے ملک میں حالیہ دہشت زدگی، بد امنی اور خوف و ہراس کی جو کیفیت پائی جا رہی ہے اس سے پاکستان کا ہر فرد سہا ہوا ہے۔ اقتصادی و معاشی بحران نے جینا دو بھر کر دیا ہے، مہنگائی اور بیروزگاری کے دوپاٹوں میں مسلسل ہم پسے چلے جا رہے ہیں۔ کرپشن کا عفریت ہم سب کو اپنے منہ میں لیے ”جگالی“ کر رہا ہے۔ اہلیانِ پاکستان نا انصافی اور ظلم کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ مغربی کلچر ہمارے معاشرے میں ناسور کی شکل اختیار کر چکا ہے، اغیار کی رسوم و رواج نے ہماری تہذیب کو دیمک کی طرح چاٹنا شروع کر دیا ہے۔

ایمانی اور روحانی ترقیات تو کجا؛ ہم مادی ترقیات کی دوڑ میں بھی بہت پیچھے رہ چکے ہیں، تعلیمی صورتحال پر بات کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، کاروباری دنیا میں ہمارا گراف جس قدر نیچے آیا ہے کسی پر مخفی نہیں۔

وطن عزیز میں مظالم کی خونیں داستانیں روز ر قم ہو رہی ہیں، پھول جیسے بچوں اور نازک کلیوں کو دن دیہاڑے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، بہنوں کی

عزتوں کی بولیاں لگتی ہیں، ان کی عفت و پاکدامنی کی بے داغ چادر کو تار تار کیا جاتا ہے ڈکیت اور چور ہمارے سرکاری اداروں کو نہیں بخشے، ناداری و افلاس کا اژدھا ہمارے گھروں میں گھسا بیٹھا ہے۔ خون مسلم کی ہولی کھیلی جاتی ہے، عدم استحکام کی دلدل ہم سب کو لنگے جارہی ہے اور ایک ہم ہیں کہ بحیثیت قوم خود کو بدلنے کے لیے تیار نہیں۔

تلخ حقائق سے نظریں چرانے سے کام نہیں بننے والا، مستیوں میں خرمست ہونے سے حالات بہتر نہیں ہوں گے، من حیث القوم ہمیں ٹھنڈے دماغ سے سوچنا ہوگا، تعلیمی اداروں کو اپنا نظام تعلیم مزید بہتر اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے ایسی پالیسیاں مرتب کرنا ہوں کہ مستقبل کے معمارانِ قوم کا وقت ضائع نہ ہو۔ انہیں اپنے روشن مستقبل کے لیے دن رات ایک کرنا ہوگا۔ کیا ظلم ہے کہ امتحانات سرپر ہیں اور ہمارے بچوں کے سروں پر کرکٹ ورلڈ کپ کا جنون سوار ہے۔ جن آنکھوں نے اقوامِ عالم پر چھا جانے کے خواب دیکھنے تھے اب ان آنکھوں سے میچ کا شمار ہی نہیں اتر رہا۔

افسوس! ورلڈ کپ کی آڑ میں اربوں کا جو الگایا جاتا ہے، ہارجیت کے فیصلوں کے لیے حرام امور کا کھلم کھلا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اکثر شائقین جس اہتمام سے کرکٹ دیکھنے کا بندوبست کرتے ہیں ناچ گانا، موسیقی، موجِ مستی، شراب و کباب کا ”فل ماحول“ کیا یہ عذابِ الہی کو اپنے اوپر ٹوٹ جانے کی دعوت نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ ہم حریف ملک سے ٹاکرے کے وقت اپنی فتح اور ان کی شکست کی دعائیں مانگتے ہیں، تعجب ہوتا ہے کہ بعض سادہ لوح تو اخلاص کے ساتھ نوافل کی نذر مانتے ہیں، آیت کریمہ کے وظائف کی تکمیل میں مصروف عمل ہوتے ہیں۔ اے کاش! اپنی تہذیب اور کلچر کو ہم یاد رکھتے، اپنی شناخت اور پہچان کو باقی رکھتے۔ دہشت گردی اور بدامنی سے ملک کی حفاظت کے لیے دعائیں مانگتے تو آج حالات بدل جاتے۔

افسوس صد افسوس! اے اہلیان وطن! ہماری عبادات، نمازیں، تلاوت قرآن، ہماری دینی سرگرمیاں، ہمارا گھریلو نظام زندگی، ہمارا کاروبار، ہماری زراعت ہماری معیشت، ہماری تعلیم اور ہماری سیاست کو سب کرکٹ کھیل نے کھیل بنا کر رکھ دیا۔ ہم خود کو دھوکہ دے رہے ہیں، ہم غلط کو صحیح کہہ رہے ہیں، ہم جان بوجھ کر اپنا مستقبل برباد کر رہے ہیں، اپنے وقت کو کھیل تماشے کی نذر کر کے کل کو ہم خود بھی کھیل تماشا بن جائیں گے۔

وہ قومیں جو کامیابیوں کے افق پر طلوع ہوتی ہیں ان کے معیار زندگی بھی الگ ہوتے ہیں۔ جنہوں نے دنیا میں اپنا نام پیدا کرنا ہوتا ہے ان کے سروں پر سارے عالم پر چھا جانے کی دھن سوار ہوتی ہے۔ نہ کہ ہماری طرح کسی کھیل کا نشہ ان پر سوار ہوتا ہے۔

ہمیں اپنے دوغلے رویے پر نظر دوڑانا ہوگی، ہمیں اپنی دورخی چھوڑنی ہوگی، اپنے تمدن کو جلا بخشی ہوگی، اپنی تہذیب کو پھر سے زندہ کرنا ہوگا، اپنے کلچر کو رواج دینا ہوگا، اپنے معیار زندگی کو پھر سے نکھارنا ہوگا۔ ہمیں ایمانی، روحانی اور مادی ہر میدان میں آگے جانا ہوگا۔ اپنی تعلیمی حالت کو بہتر بنانا ہوگا، اپنی صفوں میں اتحاد لانا ہوگا، وطن عزیز سے بد امنی، دہشت گردی، ظلم و ستم، جو رجحان، نا انصافی، کرپشن کا خاتمہ کرنا ہوگا۔

اس لیے ہمیں اپنی ترجیحات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، خواہ مخواہ اپنے وقت کو ضائع مت کریں، اپنے ملک اور قوم کی خدمت کریں اپنے کاموں پر توجہ دیں، کھیل کود میں نہ اپنی زندگی برباد کریں اور نہ اپنے بچوں کی۔ دعا گو

متکلم اسلام کے دورہ ہانگ کانگ کی سرگزشت بھ..... شاہد اقبال، ہانگ کانگ

ہانگ کانگ مختصر تعارف:

ہانگ کانگ عوامی جمہوریہ چین کا خصوصی انتظامی علاقہ ہے، اس کی موجودہ آبادی تقریباً 72 لاکھ پر مشتمل ہے، جبکہ 1848 میں اسکی آبادی صرف 24000 نفوس تھی، اور رقبہ 1108 مربع کلومیٹر ہے، یہاں کی سرکاری زبان انگریزی اور کینٹونیز چینی ہے، اس کے دارالحکومت کا نام وکٹوریہ ہے، جو کہ ملکہ وکٹوریہ سے منسوب ہے، چینی زبان میں ہانگ کے معنی خوشبودار اور کانگ کے معنی بندرگاہ ہے، یعنی خوشبودار بندرگاہ، اس کے نام رکھنے وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ موجودہ ایبرڈین (Aberdeen) جو کہ ایک جگہ کا نام ہے، وہاں خوشبودار لکڑ اور اگر بتی کا بیوپار ہوتا تھا جس سے اس کا نام ہانگ کانگ پڑ گیا۔

ہانگ کانگ 1841 سے لے کر 1997 تک برطانیہ کا حصہ اور اس کی نو آبادی رہا ہے، (1941 سے 1945 تک کی جاپانی حکمرانی کو چھوڑ کر) 1839-42 کی افیون جنگ میں چینیوں کی شکست کے باعث برطانیہ نے ہانگ کانگ آئی لینڈ (جزیرہ) کو قبضے میں لے لیا تھا، بعد ازاں 1860 کے اندر جزیرہ نما کولون کو بھی قبضے میں لے لیا، اس کے بعد باقاعدہ ایک معاہدے کے تحت چین نے 1898ء بشمول خطہ نئی آبادی کے برطانیہ کو ننانوے سال کیلئے پٹے (لیز) پر دے دیا تھا۔

دوسری جنگ عظیم (1941-45) میں جاپانیوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا، 18 دن کی شدید جنگ کے بعد، گورنر مارک ینگ (Mark Young) نے مغلوب

ہونے کے بعد 25 دسمبر 1941 کو ہتھیار ڈال دیے، یاد رہے اس دن عیسائیوں کی کرسمس کا دن تھا، یوں یہ دن سیاہ کرسمس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، 1941 میں ہانگ کانگ کی آبادی 16 لاکھ تھی، جنگ کے بعد، حالات دگرگوں ہو گئے، ضروریات اشیاء کی قلت اور اتحادیوں کے حملے کے پیش نظر ایک خاص پالیسی کے تحت لوگوں کو ملک بدر کر دیا گیا اور یوں لوگ چین جانے پر مجبور ہو گئے، جس کے باعث ہانگ کانگ کی آبادی 1945 تک سٹکڑ کر صرف چھ لاکھ رہ گئی، جاپانیوں کا یہ دور ظلم اور بربریت کی داستان ہے، ایک رپورٹ کے مطابق 1941 جنگ میں فتح کے بعد دس ہزار سے زائد چینی عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے پر، ایک طرف سوویت یونین نے مان چوریا "Manchuria" (موجودہ چین کا شمالی علاقہ جس میں لیاؤنگ، جی لینن، ہئی لیونگ جیانگ شامل ہیں) جہاں جاپانیوں کا قبضہ تھا، کی جانب پیش قدمی کی۔

دوسری جانب امریکا نے 8 اگست 1945 کو ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا اور تین دن کے بعد ایک اور ایٹم بم ناگاساکی پر گرایا جس کے نتیجے میں جاپان نے بھی ہتھیار ڈال دیے اور یوں ہانگ کانگ دوبارہ برطانیہ کی حکمرانی میں آگیا، جاپانیوں کا قبضہ 3 سال اور 8 مہینے رہا۔

1997 میں برطانیہ نے ہانگ کانگ کو چین کے حوالے کر دیا تھا، یہاں کا آخری برطانوی گورنر کرس پیٹن (Chris Patten) تھا، اور اب ہانگ کانگ چین کا ایک ”صوبہ“ ہے، اور یہ چین کا خصوصی انتظامی علاقہ کہلاتا ہے یہ چین کا حصہ تو ہے لیکن یہاں کا نظام چین سے مختلف ہے، دفاع اور خارجہ پالیسی چین کی ہے، جبکہ کرنسی، ویزا، اور دیگر سسٹم الگ ہے، اسے ون کنٹری ٹو سسٹم یعنی ایک ملک دو نظام

سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہانگ کانگ کو عالمی شہر، دنیا کا کروڑپتی یا ارب پتی شہر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے، دس بڑے کروڑپتی شہروں میں ہانگ کانگ سرفہرست ہے۔

یہاں کے لوگ مچھلی، جھینگا، کیکڑا اور نوڈلز بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ عام طور پر لوگ کھانا باہر ہی کھاتے ہیں، گھر کھانا پکانے کا رواج کم ہی ہے، چینی کھانے دنیا بھر میں متوازن غذا کے طور پر بہت مشہور ہیں، یہ لوگ اپنے کھانوں میں مچھلی اور سبزی کا استعمال بہت زیادہ کرتے ہیں اور تینوں وقت کے کھانے پابندی سے وقت پر کھانے کے عادی ہیں اور اپنی صحت کے بارے میں یہ لوگ بہت سنجیدہ ہیں اپنی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے روزانہ ورزش کو بہت اہمیت دیتے ہیں، ہانگ کانگ کے لوگ وقت کے بہت پابند ہیں، کام کے وقت کام اور کھیل کے وقت کھیل، خواندگی کی شرح تقریباً صد فیصد ہے، یہاں کی کرنسی ہانگ کانگ ڈالر کہلاتی ہے جس کا ایک ڈالر پاکستانی تیرہ روپے کے برابر ہے، ایک وقت تھا جب پاکستان کی کرنسی ہانگ کانگ سے بھی مضبوط تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب راقم الحروف کے والد 60-70 کی دہائی میں پہلی دفعہ یہاں آئے تھے۔

ہانگ کانگ دنیا کے بینکنگ نظام اور لین دین کا مرکز ہے، دنیا کی تقریباً تمام بڑی کمپنیوں کے دفتر یہاں موجود ہیں، یہ ایک آزاد بندرگاہ کی وجہ سے بھی مشہور ہے

ہانگ کانگ میں اسلام اور اہل اسلام کی مختصر تاریخ:

ہانگ کانگ میں تقریباً چار لاکھ مسلمان آباد ہیں جن میں زیادہ تر تعداد انڈونیشین خدامہ کی ہے جو یہاں گھروں میں کام کرتی ہیں، ایک محتاط اندازے کے مطابق انکی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے، دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ تعداد پاکستانیوں کی ہے، اس کے علاوہ انڈین، بنگلہ دیشی، افریقین مسلمانوں کی بڑی تعداد بھی

موجود ہے، تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے جو مسلمان یہاں پہنچے ہیں وہ کلکتہ اور ممبئی سے تھے، اور یہ تقریباً 1830 کے آس پاس کا وقت تھا جب ایسٹ انڈین کمپنی کے بحری جہاز ہندوستان سے آکر یہاں لنگر انداز ہوئے۔

یہاں چھ مساجد ہیں اس کے علاوہ چھوٹے بڑے مدرسوں اور مصلوں کی تعداد 30 ہے۔ ختم نبوت موومنٹ کے سرپرست قاری مولانا محمد طیب قاسمی نے سب سے پہلے یہاں مدارس اور مصلوں کی بنیاد رکھی، قاری صاحب کی نگرانی میں اس وقت 9 مدرسے ختم نبوت کے نام سے چل رہے ہیں۔

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن کی ہانگ کانگ آمد:

ہانگ کانگ کی اقراء فاؤنڈیشن کی دعوت پر، متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ بانی و امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعت 12 فروری کی شب دس بجے ہانگ کانگ کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر پہنچے جہاں ان کا پرتپاک استقبال ہانگ کانگ کی سب سے بڑی کولون مسجد اور اسلامک سنٹر کے چیف امام مفتی محمد ارشد نے کیا۔

استقبالیہ میں دیگر مساجد کے ائمہ میں، حال ہی میں قائم کی گئی یادگاری مسجد ابراہیم کے امام حافظ محمد زبیر، تنگ چھنگ مدرسہ کے امام مفتی عبدالحفیظ، چھن ون مدرسہ کے مولوی حافظ محمد الیاس شامل تھے۔ اس کے علاوہ ہانگ کانگ کی دیگر معروف شخصیات میں خان جہانزیب، حاجی شبیر آف کشمیر ٹرانسپوٹ، چوہدری افتخار، چوہدری ریاض گجر، پروفیسر انوار الحق، ساجد ریان، امسوا کمپنی کے جنرل مینیجر محمد اقبال، اقراء فاؤنڈیشن کی جانب سے شہزاد فیصل اور دیگر افراد موجود تھے۔

متکلم اسلام کے ہانگ کانگ میں شب وروز:

12 فروری: جمعرات کی شب ایئر پورٹ سے رات قیام کے لیے اپنے مرید

خاص عرفان منہاس جن کا تعلق پاکستان کے شہر چکوال سے ہے، کے گھر تشریف لے گئے جہاں طعام کے بعد حضرت نے آرام فرمایا۔

13 فروری: بروز جمعۃ المبارک ہانگ کانگ کی مرکزی مسجد اور اسلامک سنٹر کولون مسجد میں متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن نے توحید و رسالت کے موضوع پر جامع خطاب فرمایا، اور قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل گفتگو فرمائی جس سے ہانگ کانگ کے مسلمانوں نے خوب استفادہ کیا، خطاب جمعہ کے بعد مولانا یاؤماتی کی مسجد ابراہیم میں تشریف لے گئے جہاں انہوں نے ساتھیوں سے ملاقات کی اور کافی تعداد میں لوگوں نے حضرت الشیخ کے ہاتھ پر بیعت کی، شاید بہت کم لوگ اس سے واقف ہیں کہ مولانا پیر اور شیخ بھی ہیں اور چاروں سلسلہ تصوف، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ سے منسلک ہیں۔

یاد رہے کہ متکلم اسلام پیر طریقت مولانا محمد الیاس گھمن کو سلاسل اربعہ میں شیخ العرب والعجم عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ اور قطب العصر مولانا سید محمد امین شاہ رحمہ اللہ سے خلافت اور اجازت بیعت حاصل ہے، اس کے علاوہ حضرت کو مولانا عبد الحفیظ مکی مدظلہ اور پیر عزیز الرحمن ہزاروی مدظلہ سے بھی خلافت اور اجازت بیعت حاصل ہے۔

شام کو جناب چوہدری افتخار جن کا کم تھین میں یارڈ ہے، کی خصوصی دعوت پر پاکستان کلب میں حضرت الاستاد تشریف لے گئے، جہاں خواص کے ساتھ نشست اور پر تکلف دعوت ہوئی، جس میں پاکستان قونصل جنرل کے نائب، مختلف مساجد کے ائمہ بالخصوص کولون مسجد کے چیف امام مفتی محمد ارشد، مفتی شعیب، مفتی زمان، مفتی عبد الحفیظ، مولانا صداقت، مولوی محمد الیاس، قاری محمد اویس، حافظ محمد علی، حافظ محمد

ساجد، حافظ نسیم نقشبندی اور دیگر ائمہ اور حفاظ نے شرکت کی اس کے علاوہ کاروباری حضرات میں امسوا کے عبدالستار، امسوا کے جنرل مینجر محمد اقبال، محمد الیاس ایلکس، شریک ہوئے، حضرت الاستاد دعوت سے فارغ ہونے کے بعد رات گیارہ بجے قیام گاہ پہنچے اور آرام فرمایا

14 فروری: بروز ہفتہ صبح ساڑھے پانچ بجے حضرت الاستاد فجر کی نماز کیلئے مسجد ابراہیم تشریف لے گئے، جو کہ قیام گاہ سے تقریباً 32 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، روزانہ حضرت الاستاد، محترم عرفان منہاس اور راقم الحروف، تنگ چھنگ (Tung Chung) سے براستہ چھنگ ماہرچ (Tsing Ma Bridge) جو کہ ایک عجوبہ ہے، سے سفر کر کے مسجد آتے تھے، چھنگ ماہرچ دنیا کا مہنگا ترین اور عجیب و غریب پل ہے، اس کی تعمیر ایک برطانوی اور جاپانی کمپنی نے مل کر کی ہے، اس پر تقریباً 90 ارب پاکستانی روپے لاگت آئی ہے، اس کا طول 2160 میٹر ہے، جبکہ چوڑائی 41 میٹر ہے، سطح سمندر سے یہ 206 میٹر کی بلندی پر ہے، جن تاروں نے اسے لٹکایا ہوا ہے ان کی کل لمبائی ایک لاکھ ساٹھ ہزار کلومیٹر بنتی ہے، یہ انجینیئرنگ کا حیرت انگیز عجوبہ بھی ہے اور ہانگ کانگ کا شاندار امتیازی نشان بھی، سیاحوں کے دیکھنے کے لیے یہ ایک دلچسپ مقام کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ مسجد پہنچنے کے بعد سنتیں ادا کیں اور 6:20 پر حضرت الاستاد نے نماز پڑھائی اور اس کے بعد درس قرآن کا آغاز سورہ فاتحہ سے کیا اور بعد ازاں محفل ذکر کا حلقہ لگایا اور مجلس کے آخر میں حاضرین نے شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

نوٹ: یہ معمول آخری دن تک جاری رہا۔

ناشتہ کے بعد حضرت نے آرام فرمایا اور اس کے بعد ہانگ کانگ سائے ٹنگ

(Sai Kung) کے تفریحی مقام پر کھلی فضا میں حفاظ اور طلباء کے ساتھ خصوصی نشست ہوئی جس میں حضرت نے طلباء کے ساتھ پُر مغز گفتگو کی، ظہر کی نماز کے بعد دوپہر کا کھانا کھایا اور ہلکی پھلکی چہل قدمی کے بعد سائے کُنک سے واپسی ہوئی، راستے میں کولون پہاڑی کی چوٹی سے ہانگ کانگ کا دل فریب نظارہ کیا، یہ چوٹی 1975 فٹ بلندی پر ہے اس کا نام (Fei Ngo Shan) ہے، اس کا اردو ترجمہ ہو گا۔ کوہ ہنس۔

اگلا پڑاؤ ہانگ کانگ کی کولون مسجد کے چیف امام کے گھر تھا، تھوڑی دیر حضرت نے یہاں قیام کیا اور اس کے بعد مسجد تشریف لے گئے۔ رات عشاء کے بعد مرکزی پروگرام اقراء فاؤنڈیشن چھین ون مدرسہ میں تھا، جہاں پر حاضرین و سامعین کی بڑی تعداد موجود تھی، پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا، اس کے بعد نعتیہ کلام پیش کیا گیا، چیف امام مفتی محمد ارشد نے حضرت کا تعارف کروایا، مسجد کے خطیب اور امام مولوی محمد الیاس نے حضرت کو خراج تحسین پیش کیا اور اس کے بعد متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب پر جامع خطاب فرمایا، آخر میں دعا ہوئی اور تمام حاضرین کو کھانا پیش کیا گیا۔

15 فروری: بعد نماز فجر درس قرآن جس میں سورہ فاتحہ کی تفسیر بیان کی گئی

اور اس کے بعد مسطور کُن حلقہ ذکر جس میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تسبیح اور اللہ اللہ کی تسبیح پڑھی گئی، اس کے بعد ساتھیوں سے گفتگو کی اور ناشتے کے بعد آرام فرمایا۔ اسی روز مسجد ابراہیم میں بعد نماز ظہر حضرت متکلم اسلام کا خصوصی بیان ہوا، دوران بیان ہانگ کانگ ختم نبوت کے سرپرست مولانا قاری محمد طیب قاسمی کی آمد ہوئی، جبکہ ان کے صاحبزادے مولانا علی طیب پہلے سے ہی موجود تھے۔ بیان کے بعد ساتھیوں سے ملاقاتیں اور علماء کے ساتھ نشست ہوئی۔

شام کو چوہدری افتخار کے یارڈ پر ساتھیوں کے ہمراہ وزٹ کے بعد حضرت کی واپسی تنگ چھنگ اپنی قیام گاہ پر ہوئی۔

16 فروری: کی صبح حسب معمول براستہ براستہ چھنگ ماہرج (Tsing Ma Bridge) مسجد ابراہیم میں پہنچے جہاں درس قرآن میں سورہ فاتحہ کی تفسیر اور محفل ذکر کا حلقہ لگا۔ ناشتہ اور آرام کے بعد حافظ محمد علی کی دعوت پر ختم نبوت کم تھیں مدرسہ میں گئے جہاں نماز ظہر کے بعد مختصر بیان ہوا۔

بعد ازاں بھائی صفدر کی دعوت پر ان کے یارڈ پر گئے جہاں دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد واپس یاؤماتی کی مسجد ابراہیم پہنچے جہاں عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد جزیرہ ہانگ کانگ کی چھائے وان مسجد روانہ ہو گئے، جہاں حضرت متکلم اسلام نے نماز مغرب پڑھائی اور دعا کے بعد منسلک قبرستان چلے گئے، ہانگ کانگ میں مسلمانوں کے لیے دو قبرستان ہیں، ایک چھائے وان مسجد کے ساتھ منسلک ہے اور دوسرا بیپی ویلی (Happy Valley) میں، ہانگ کانگ میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے جہاں رہائشی پراپرٹی کی قیمتیں آسمانوں سے باتیں کر رہی ہیں، وہیں قبرستان میں ایک قبر کی قیمت بیپی ویلی میں تقریباً 22 لاکھ پاکستانی روپے ہے، جس میں تجہیز و تکفین سب شامل ہے، جبکہ چھائے وان قبرستان میں ایک قبر تقریباً 5 لاکھ روپے کی پڑتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایک امیروں کا قبرستان ہے اور دوسرا غریبوں کا۔

چینی بدھ مت کو بھی قبر حاصل کرنے کے لیے یا تو پہلے سے بگنگ کرنی پڑتی ہے یا لاش کو نذر آتش، فینلنگ ڈسٹرکٹ (Fanling) کی پرائیویٹ جگہ پر قبر کے لیے 63 مربع انچ پلاٹ کی قیمت 2 کروڑ 30 لاکھ روپے ہے۔

چھائے وان قبرستان دیکھنے کے بعد ایک مختصر نشست مسجد کے امام طفیل،

حافظ شکیل اور دیگر حاضرین سے ہوئی جہاں حضرت کو چائے پیش کی گئی اور اس دوران حضرت متکلم اسلام نے وہاں چند سوالوں کے علمی جواب دیے۔ بعد ازاں حافظ رضوان کی دعوت پر ان کے گھر تشریف لے گئے، جہاں بورڈ آف ٹرسٹی کے ممبر حاجی محمد اسحاق، ان کے صاحبزادے اور دیگر افراد موجود تھے، کھانے کے بعد حضرت متکلم اسلام نے ساتھیوں کے سوالات کے جوابات دیے۔ یہاں سے فراغت کے بعد واپس قیام گاہ کی طرف تشریف لے گئے اور آرام فرمایا۔

17 فروری: کو درس قرآن اور محفل ذکر کے بعد ناشتہ اور آرام کیا، اس کے بعد راقم الحروف کے گھر چیونگ کوان او (Tseung Kwan O) تشریف لے گئے، یہ میرے لیے سعادت کی بات تھی کہ حضرت نے غریب خانہ کو رونق بخشی۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد ختم نبوت کے سرپرست مولانا قاری محمد طیب کی جانب سے دعوت پر شمس پو مدرسہ تشریف لے گئے جہاں دیگر اساتذہ اور حفاظ کے علاوہ اور ساتھی انتظار میں تھے، مختصر نشست کے بعد پُر تکلف کھانا کھایا اور بعد ازاں نماز ظہر ادا کرنے کے بعد تنگ جھنگ تشریف لے گئے جہاں مستورات کے لیے بیان بھائی شاکر کے گھر طے تھا۔

بیان کے بعد مسجد ابراہیم تشریف لے گئے جہاں نماز عصر اور مغرب ادا کی اور اس کے بعد ہانگ کانگ ہفتہ وار تبلیغی مشورہ میں شرکت کے لیے کولون مسجد تشریف لے گئے جہاں حضرت متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے ساتھیوں سے فکری اور تربیتی گفتگو کی۔

الحمد للہ دعوت و تبلیغ کا کام پورے ہانگ کانگ میں اور ہر کونے میں ہو رہا ہے ہر مہینے میں سہ روزہ کی جماعتوں کے علاوہ، چلے کی جماعتیں بیرون ملک بھی سفر کر رہی

ہیں، جن میں، آسٹریلیا، تھائی وان، ملائیشیا، تھائی لینڈ، سنگاپور، انڈونیشیا، جاپان اور چین شامل ہیں، ہانگ کانگ میں عمومی دعوت کا ماحول عام ہو رہا ہے اور جہاں مساجد میں مسجد نبوی کے اعمال زندہ ہو رہے ہیں وہیں گھروں کے اندر بھی دین کی فضائیں رہی ہے اور جن گھروں میں فضائل قرآن، فضائل ذکر، فضائل تبلیغ اور حیاتِ اصحابہ کی تعلیم ہو رہی ہے وہاں سے بچے حافظ اور عالم بن کر نکل رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق 10 لاکھ افراد روزانہ پوری دنیا میں دعوت والے اعمال میں لگے ہوئے ہیں اور عمومی دعوت کے ماحول سے لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

یہاں سے فراغت کے بعد حضرت الاستاد تنگ چنگ مدرسہ (Tung Chung) تشریف لے گئے جہاں مختصر بیان اور ملاقات کے بعد بھائی رمضان کے گھر دعوت پر چلے گئے اور اس کے بعد واپس قیام گاہ پہنچے جہاں چند ساتھیوں سے ملاقاتیں کیں اور آرام فرمایا۔

18 فروری: حضرت متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعت کا ہانگ کانگ میں آخری دن تھا، حسب معمول صبح فجر کی نماز اور درس قرآن کیلئے مسجد ابراہیم پہنچے، آج کے درس اور محفل ذکر میں ختم نبوت کے سرپرست مولانا قاری محمد طیب قاسمی بھی موجود تھے، درس اور ناشتہ کے بعد ساتھیوں سے ملاقات اور گفتگو کی اور آرام فرمانے کے بعد عزیزم حافظ زبیر کی دعوت پر چھوٹی ہنگ تشریف لے گئے، جہاں مفتی شعیب اور برادر مرسلطان وحید ہمراہ تھے۔ یہاں سے واپسی کے بعد حضرت الاستاد قیام گاہ تشریف لے گئے اور اور گھنٹہ آرام کے بعد ایئر پورٹ تشریف لے گئے۔ جہاں ساتھیوں نے نماز عصر ادا کرنے کے بعد حضرت کو الوداع کیا۔

اسلام کا عالمی مالیاتی نظام

کھ..... محمد شارب حفظہ اللہ

اسلام محنت کشوں کے حقوق کا ضامن ہے۔ یہ وہ واحد مذہب ہے جو محنت کشوں کے حقوق کے تحفظ کا داعی ہے۔ مذہب اسلام چاہتا ہے کہ نہ کسی کے ساتھ ظلم ہو اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔ سود خواری تو حرص و طمع، بخل اور ظلم کا مجموعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کا تذکرہ زکوٰۃ و خیرات کے مقابلہ میں کیا ہے۔ سود میں ظلم کا عنصر بھی شامل ہے کیونکہ سود خوار سود در سود کے ذریعہ لوگوں کو ان کی محنتوں سے محروم کر دیتا ہے اسی لئے سود کی ممانعت کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ارشاد فرمایا لا تظلمون ولا تظلمون۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم نے جتنا دیا ہے اس سے زیادہ لینا یہ تو تمہارا ظلم ہے اور جتنا تم نے دیا ہے اتنا تم کو نہ ملے۔ تو یہ تم پر ظلم ہے۔

عرب کے سرمایہ دار بنیادی طور پر یہودی تھے۔ سود کی لعنت عرب قوم کی گردن میں یہودیوں کے ذریعہ پڑی تھی۔ اس لئے یہودیوں پر نعمتوں کے دروازے کو بند کرنے کے جو اسباب بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ واخذھم الربو وقد نبھو عنھ واکلھم اموال الناس بالباطل مفہوم: ہم نے حرام کر دیا ان نعمتوں کو جو ان کے لئے حلال کی گئیں تھیں ان کے سود لینے کے سبب سے حالانکہ وہ اس سے روکے گئے تھے اور لوگوں کے مال کو ناروا طور پر کھانے کی وجہ سے عرب کی سرزمین پر اسلام کا چراغ روشن ہوا تو اس نے اس لعنت پر روک لگائی۔ فرمایا الذین یاکلون الربو لا یقومون الا کمایقوم الذی یتخبطھ الشیطن من المس۔ ذالک

بأنهم قالوا إنما البيع مثل الربو وأحل الله البيع وحرم الربو فمن جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف وأمره إلى الله ومن عاد فأولئك أصحاب النار هم فيها خالدون۔ يحق الله الربو ويرى الصدقت والله لا يحب كل كفار أثيم۔ جو سود کھاتے ہیں وہ ایسے اٹھیں گے جیسے وہ شخص جسے شیطان نے لپٹ کر حواس کھو دیئے ہوں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ خرید و فروخت کا معاملہ سود ہی کی طرح ہے اور اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے تو جس کے پاس اس کے رب کی نصیحت پہنچی وہ بازرہا تو اس کا ہے جو پہلے دیا گیا اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے اور جو پھر ایسا کرے تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ خدا سود کو مٹاتا اور صدقہ و خیرات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکر اگتہ گار کو پسند نہیں کرتا۔

آیت کریمہ میں قیامت کے دن سود خوار کا بد حواس ہو کر اٹھنا اس کی دنیاوی بد حواسی کی تمثیل ہے۔ دنیا میں سود خواروں کا جو حال ہوتا ہے کہ وہ یہی ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے مال و دولت کو چھیننے اور اپنی دولت کو ناجائز طریقہ سے بڑھانے میں ایسے مشغول رہتے ہیں کہ انہیں کسی کار خیر کا خیال ہی نہیں رہتا تو قیامت کے دن بھی وہ ایسے ہی بد حواس اٹھیں گے۔ ساتھ ہی قرآن مجید نے اس نظریہ پر بھی مہمیز لگائی ہے کہ سود کی بدولت دولت میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اخیر میں اللہ تعالیٰ نے سود خواروں کو ناشکر اگتہ گار قرار دیا ہے کیونکہ خدا نے جو دولت ان کو دی تھی اس کا تقاضا یہ تھا کہ اس سے وہ کار خیر کرتے مگر انہوں نے اس کی بجائے غریبوں کو لوٹا ہے جو نعمت کی ناشکری ہے اور اس کا غلط استعمال ہے۔

یہودیوں کی دیکھا دیکھی عربوں میں کچھ ایسے سرمایہ دار تھے جو سود کا کاروبار کرنے لگے، حضرت عباس اور بنو عمر و اور ان کے مقروض وغیرہ مسلمان ہوئے تو

مسلمان قرض داروں نے مقروض سے جب سود کا مطالبہ کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین۔ فان لم تفعلوا فاذنوبکرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لاتظلمون ولا تظلمون۔ وان کان ذوعسرة فنظرة الی مسیرة وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون واتقوا یوماترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وهم لا یظلمون۔ ان آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک دن آئے گا جب سب خدا کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے۔ اور جس نے کسی کا مال ناحق کھایا ہو گا اس کا حساب ہو گا تو اگر تم نے نیکی کی ہو گی اور مقروضوں کو معاف کیا ہو گا تو خدا کے یہاں پورا پورا مل جائے گا۔

عہد جاہلیت میں دو چیزیں نسلاً بعد نسل جاری رہتی تھیں۔ ایک قتل کا انتقام اور دوسرا سود۔ عرب میں اپنے آباء و اجداد کے قتل کے انتقام کا سلسلہ کئی نسلوں تک جاری رہتا۔ اسی طرح سود کی لعنت بھی کئی نسلوں تک گلے میں پڑی رہتی۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جب امت کے ایک عظیم اجتماع کو آپ ﷺ نے آخری پیغام دیا اور رہنما اصول بتائے۔ اس موقع پر جان کی عظمت اور سود کی مذمت کو واضح طور پر بیان فرمایا۔ حجۃ الوداع میں زبانِ نبوت سے آخری پیغام سنایا جا رہا ہے، رہنما اصول بتائے جا رہے ہیں، عرب کے باطل رسوم و رواج اور نہ ختم ہونے والی لڑائیوں کا سلسلہ توڑا جا رہا ہے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ ذاتی نظیر اور عملی مثال بھی ہر قدم پر پیش کی جا رہی ہے۔ اس وقت ارشاد ہوتا ہے۔ آج عرب کے تمام انتقامی خون باطل کئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون معاف کرتا ہوں، ایام جاہلیت کے تمام سودی لین دین اور کاروبار آج ختم کئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔

عہد جاہلیت میں ربا کی صورت یہ تھی کہ غریب کسان اگلی پیداوار کی ادائیگی کے وعدے پر سرمایہ داروں سے قرض لیتے اور پھر وعدے کے مطابق ادا کرنے پاتے تو وہ سرمایہ دار اپنی مدت بڑھا دیتے اور ان سے جنس کی مقدار میں زیادتی کا مطالبہ کرتے۔ اسی طرح مقدار بڑھتی جاتی یہاں تک کہ سود، اصل سے کئی گنا زیادہ ہو جاتا فرمایا یا ایہا الذین آمنوا لاتاکلوا الربو۔۔۔ الخ۔ اے ایمان والو! اصل سے دو گنا چو گنا سود مت کھاؤ اور خدا سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ اور اس آگ سے بچو جو منکروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اس آیت کریمہ میں تصریح ہے کہ سود خواری کی سزا جہنم ہے اور وہ جہنم جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے ایک خواب میں سود خواروں کو بڑی عبرت ناک انداز میں دیکھا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے کہ میں نے دیکھا کہ خون کی ایک نہر ہے اس میں ایک آدمی تیر رہا ہے اور ایک دوسرا ہاتھ میں پتھر لئے کنارہ پر کھڑا ہے۔ پہلا آدمی تھک کر جب کنارہ پر آنا چاہتا ہے تو دوسرا شخص اس طرح تاک کر پتھر مارتا ہے کہ اس کا منہ کھل جاتا ہے اور اور وہ پتھر لقمہ بن کر اس کے پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ وہ پتھر کھا کر پھر پیچھے لوٹ جاتا ہے جبریل نے بتایا کہ یہ پہلا شخص سود خوار ہے۔ سزا کی مماثلت ظاہر ہے کہ لوگ اپنا خون پسینہ ایک کر کے محنت سے جو روزی پیدا کرتے ہیں، سود خوار آسانی سے اس پر قبضہ کر لیتا ہے تو وہ انسان کے خون میں تڑپتا ہے جو لقمہ بن کر اس کے پیٹ میں جاتا ہے وہ وہ دولت ہے جس کو سود سے جمع کرتا ہے۔ ابو داؤد شریف کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، گواہی دینے والے اور اس کے دستاویز لکھنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سود کار جحان خود امت مسلمہ میں بڑھتا جا رہا

ہے۔ جس کے مذہب نے اتنی سخت و عیدیں سنائی ہیں۔ آج اس کے ماننے والے اس سود کو الگ الگ نام دے سے اس حرام خوری میں مبتلا ہیں۔ اتنی سخت تنبیہ کے باوجود حلال و حرام کی تمیز ختم ہو رہی ہے۔ مختلف طرح کے الگ الگ اصطلاحوں اور ناموں کے ساتھ اس حرام خوری کی لت لگ رہی ہے اور برائی کو نیا نام دے کر اور نیا عنوان لگا کر اس لعنت میں لوگ گرفتار ہو رہے ہیں۔ اس طرح یہ حرام لقمہ ان کے پیٹ میں جاتا ہے اور انہیں احساس بھی نہیں ہوتا۔

دوسری طرف قابل اطمینان پہلو یہ ہے کہ ترقی یافتہ کبھی جانے والی دنیا بھی سودی نظام سے تنگ آ کر اب اسلامی تعلیم کی طرف راغب ہو رہی ہے۔ اقتصادی بحران کے بعد پوری دنیا میں اسلامی بینک کاری کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ اسلامی بینک کاری سے مراد ایسا مالیاتی نظام ہے کہ جس میں شریعت کے اصولوں کی پاسداری کی جائے۔ دوسرے الفاظ میں سود سے پاک بینک کاری کا نظام ہو۔ اگرچہ اسلامی حلقوں میں شرعی اصولوں کی بنیاد پر بینک کاری کے نظام کی ضرورت تو ہمیشہ سے محسوس کی جاتی رہی ہے مگر گذشتہ صدی عیسوی کی چھٹی دہائی میں جب مغربی مالیاتی نظام میں خامیاں ظاہر ہونی شروع ہوئیں تو اس کے متبادل نظام کی تلاش شروع کی گئی۔ چنانچہ اس متبادل نظام یعنی اسلامی بینک کاری کا پہلا تجربہ 1966 میں مصر کے ایک شہر میں سوشل بینک کے قیام کی صورت میں ہوا مگر 1983 کا سال بجا طور پر دنیا بھر میں اسلامی بینک کاری کے وجود میں آنے کا سال قرار دیا جاسکتا ہے۔ امریکہ میں جہاں نائن الیون کے بعد اسلامی بینک کاری کے شعبے کو بند کر دیا گیا تھا مگر اب وہاں کے سرمایہ دار بھی اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں چنانچہ 2009 میں امریکہ میں پندرہ اسلامی مالیاتی ادارے قائم ہوئے تھے اور اب وہاں 200 سے زائد اسلامی بینک کام

کر رہے ہیں۔ خود عیسائی فرقہ کیتھولک کے سابق پوپ سینڈکٹ کے حوالہ سے مقامی اخبار ایل اوسرورومانو نے لکھا ہے کہ موجودہ عالمی اقتصادی بحران کو اسلامی بینکنگ نظام کے ذریعہ حل کیا جاسکتا ہے۔ پوپ نے مغربی بینکوں کو اسلامی بینکنگ نظام کے اپنانے کا مشورہ ایسے وقت میں دیا ہے کہ جب پوری دنیا اقتصادی بحران سے دوچار ہے اخبار لکھتا ہے کہ اسلامی بینکنگ نظام کی اساس جن اخلاقی بنیادوں پر رکھی گئی ہے اس کو باختیار کر کے ہی بینک اور اس کے صارفین کے درمیان حائل دوریاں دور کی جاسکتی ہیں نیز مالیاتی اداروں کی کارکردگی کو بھی بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

چین جو دنیا کی سب سے تیزی سے ترقی یافتہ معیشت ہے وہ مغربی مالیاتی نظام کے بحران کو دیکھتے ہوئے اور بلا سود بینک کاری کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے اسلامی فائیننس سسٹم میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس مقصد کیلئے اس نے اسلامی بینک کولائسنس جاری کئے ہیں۔ دنیا کے 75 سے زائد ممالک میں اب 1500 کے قریب اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کا نیٹ ورک ہے جو تین اعشاریہ ایک بلین ڈالر سے زائد اثاثے رکھتے ہیں۔ مغربی ممالک میں خود لندن اسلامی فائیننس کا ایک بڑا مرکز بنتا جا رہا ہے۔ یہ تفصیلات اس لئے بیان کیں تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اسلامی غیر سودی نظام کتنا مفید ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات کا اعجاز ہی ہے کہ سود کے بڑھتے رجحان کے بعد آخر دنیا نے اس حقیقت کو کس طرح تسلیم کر لیا ہے کہ ابدی مذہب نے جس لعنت کو چودہ سو برس قبل ہی مسترد کیا تھا، ترقی یافتہ ممالک آج اس کے اعتراف پر مجبور اور اس سودی نظام سے چھکار پانے کے لئے بے تاب ہیں۔ اقتصادی بحران کے بعد دنیا کو عافیت اسی اسلامی تعلیم کی پناہ گاہ میں نظر آتی ہے۔ اور پوری دنیا اسلامی تعلیم کے سامنے سرنگوں ہے۔

آہ..... حکیم العصر بھی چل بسے!!

بھ..... مولانا محمد کلیم اللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ

سیکرٹری اطلاعات عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت

یکم فروری 2015ء بروز اتوار بمطابق 11 ربیع الثانی 1436ھ کو حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی رحمہ اللہ امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھی راہی ملک بقا ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پون صدی پر محیط آپ کی دینی خدمات کا بارِ احسان؛ امت کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ شعور و آگہی اور شباب کے آغاز سے تا وقتِ وصال دینی علوم کے حصول، ترویج، اشاعت فروغ اور حفاظت کے محاذوں پر جو انمردی اور جاٹھاری سے موچہ زن رہنے والا یہ مردِ خدا مست نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مصداق تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اچھا آدمی کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: من طال عمرہ وحسن عملہ (مشکوٰۃ) جس نے عمر لمبی پائی ہو اور عمل نیک کیے ہوں۔

آپ نے اپنی حیاتِ مستعار کو دینِ متین کے لیے وقف کر رکھا تھا، رب ذوالجلال نے آپ کو زہد و استغناء، تقویٰ و للہیت، ورع و خشیت، زندہ دلی و بیدار مغزی اور علم و عمل کا جامع الصفات بنایا تھا۔ زندگی کے کٹھن، دشوار اور پُر خطر حالات میں بھی حق گوئی و بے باکی، شجاعت و دلیری، بصیرت و فراست آپ کے دامن سے کبھی جدا نہیں ہوئیں۔

مختلف دینی جماعتوں کی سرپرستی اور راہنمائی فرماتے رہے، عام لوگ انہیں

ایک سادہ مزاج مولوی اور معلم سمجھتے تھے لیکن جن لوگوں نے آپ کی خدمت کی بدولت آپ کی عملی زندگی کو دیکھا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ان کے باطن کے سوز و گداز، تعلق مع اللہ، محبت و معرفت حق، رضا الہی اور غیر اللہ سے استغناء سے ہی ان کے دل کی دنیا آباد تھی۔

پیرانہ سالی آپ کے معمولات، درس و تدریس اور جماعتی ذمہ داریوں میں کبھی رکاوٹ نہ بن سکی۔ نالہ نیم شب، آہ سحر گاہی، نام حق کی لذت شناسائی اور آنسوؤں کی برسات سے دل کی زمین کو زر خیز بناتے تھے جس سے علم و حکمت، دانائی و بصیرت لہلہایا کرتی تھی۔ خدمت حدیث میں پوری زندگی صرف کی، صحیح بخاری اور جامع الترمذی اور مشکوٰۃ شریف آخر عمر تک شامل تدریس رہی۔

مجھے یاد ہے جامعہ اسلامیہ باب العلوم کھروڑ پکا میں راقم کو حضرت الاستاذ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن حفظہ اللہ من کل شرور و فتن کی معیت میں حضرت کے درس بخاری میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ حدیث کی محدثانہ اور حکیمانہ پر مغز اور جامع بحث سے قلبی تسکین اور روحانی فیض سے میرا ”کم ظرف“ سینہ معمور ہو گیا۔ چہرے کی ہشاشت بشاشت، متنبسمانہ انداز، شفقت و الفت سے لبریز جامعہ اسلامیہ باب العلوم کی مسند حدیث پر جلوہ افروز شیخ الحدیث آج تک نہیں بھول پایا۔ آپ کی زندگی جہد مسلسل سے تعبیر کی جاسکتی ہے۔ اعصاب شکن مراحل کو آپ نے جس خندہ پیشانی اور حکمت و مصلحت سے طے کیا، آج کے دور میں خال خال دیکھنے کو ملتا ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے فورم پر عقیدہ ختم نبوت کا یہ سالار ہمیشہ سینہ سپر رہا، قادیانیوں کی مکروہ سازشوں سے ارباب اقتدار اور عوام کو بروقت باخبر کیا اور

امت مرحومہ کے اس اجماعی اور اساسی عقیدے پر اپنی ساری صلاحیتیں لٹائیں، آپ کے جانے سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین و اراکین سب محسن، مشفق اور عظیم قائد سے محروم ہو گئے۔

ایک بات کا تذکرہ کرنا بہت ضروری ہے کہ اسلام شخصیات کا محتاج نہیں، شخصیات اسلام کی محتاج ہیں، اس لیے آپ کے جانے کا غم اور دکھ بہر حال ہم سب کو ہے، لیکن اسلاف کے مشن کے امین ہر دور میں پرچم اسلام کو بلند کیے رکھیں گے۔

حضرت چونکہ کافی عرصے سے عارضہ قلب کی شکایت سے دوچار تھے اس لیے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اجلاس میں خطاب فرمانے کے چند ساعتوں بعد اچانک دل کا دورہ پڑنے سے واصل بحق ہو گئے۔

جنازے میں خلق خدا کی کثیر تعداد نے شرکت کی، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ کے ناظم تعلیمات برادر م مولانا ارشد سجاد فاضل جامعہ اسلامیہ باب العلوم اور تحقیق المسائل کورس کے مسوؤل مفتی محمد یوسف اور طلباء کی ایک جماعت نے شرکت کی۔

بعد ازاں مرکز اہل السنۃ والجماعۃ کے مختلف شعبہ جات کے مسوؤلین کے ایک وفد نے جس میں احناف میڈیا سروسز کے ڈائریکٹر مولانا عابد جمشید رانا، تخصص فی التحقیق والدعوة کے مسوؤل مولانا عاطف معاویہ مسوؤل شعبہ درس نظامی مولانا محمد اشفاق ندیم، اور بحیثیت سیکرٹری اطلاعات عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ اور نائب مدیر شعبہ رسائل و جرائد (راقم) نے جامعہ باب العلوم کھروڑ پکا جا کر جامعہ کے ذمہ داران اور حضرات کے علمی جانشین مولانا منیر احمد منور (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم) مولانا حبیب الرحمان (ناظم اعلیٰ جامعہ باب العلوم) مولانا محمد عمران سلفی وغیرہ سے تعزیت کی۔ مرقد پر حاضری کی سعادت بھی ملی جامعہ کے احاطہ میں ہی

حضرت کو آسودہ خاک کیا گیا ہے۔ آپ کی مرقد پر حاضری کے دوران ہماری جو قلبی کیفیات تھیں بے حس قلم ان کا احساس کہاں دلا سکتا ہے؟ قبر کو دیکھ کر یقین نہیں آتا تھا کہ اس زمین نے اپنے اندر علم و حکمت کے آسمان کو کیسے سما لیا ہو گا؟ آنکھیں بھر آئیں اور کوئی جواب سمجھ نہ آیا۔

ارباب جامعہ سے تعزیت سے فراغت کے بعد ملتان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر حاضری ہوئی اور جماعت کے ذمہ داران سے بھی تعزیت کی بالخصوص

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر امیر مرکز یہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
 پیر ناصر الدین خا کو انی نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
 صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
 مولانا عزیز الرحمان جالندھری ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
 مولانا اللہ و سیاہ صاحب مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
 مولانا اسماعیل شجاع آبادی ناظم مبلغین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
 مولانا بشیر احمد شاہ جمالی سابق مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
 صاحبزادہ خلیل احمد رکن شوریٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
 قاری محمد یاسین فیصل آبادی رکن شوریٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
 مفتی محمد حسن صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت (لاہور)
 مولانا عزیز الرحمان ثانی ناظم اطلاعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
 مولانا عبد اللہ معتمد انچارج ایڈیٹر ماہنامہ لولاک

اصل میں تو ہم سب تعزیت کے مستحق ہیں، وہ ہم سب کے بڑے تھے، اللہ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

شخص قانونی ہے جو فرضی، معنوی، اعتباری، بے جان، گونگا اور بہرا ہوتا ہے، اس کی طرف حقوق اور ذمہ داریاں لوٹی ہیں البتہ ان حقوق اور ذمہ داریوں کی ادائیگی اور معاملات وغیرہ طے کرنے کے لئے ان کو حقیقی اشخاص کی احتیاج ہوتی ہے، تو جو شخص ان ذمہ داریوں وغیرہ کو ادا کرتا ہے اسے ”متولی“ کہتے ہیں، چنانچہ خارج میں یعنی حقیقی اعتبار سے کمپنی جو خود بھی شخص قانونی ہے وہ دوسرے شخص قانونی یعنی ”وقف فنڈ“ کی متولی نہیں بن سکتی بلکہ ان دونوں کے متولی ڈائریکٹرز بنیں گے جو اشخاص حقیقی ہیں، کیونکہ عقد کے کرنے والے کا ذوی العقول میں سے ہونا شرط ہے، ملاحظہ ہو:

شرائط الانعقاد فانواع..... اما الذی يرجع الى العاقد: فنوعان احدهما: ان يكون عاقلاً فلا ينعقد بيع المجنون والصبي الذی لا يعقل لان اهلية المتصرف شرط انعقاد التصرف والاهلية لا يثبت بدون العقل، فلا يثبت الانعقاد بدونه..... والثانی: العدد في العاقد فلا يصلح الواحد عاقداً من الجانبين في باب البيع الا الاب (بدائع الصنائع كتاب البيوع، فصل في شروط الركن: 533/5، 537 دار الكتب العلمية) (وكذا في حاشية ابن عابدين، كتاب البيوع، مطلب شرائط البيع: 137، دار المعرفة بيروت)

”ويشترط في العاقلين كونهما عاقلين، يعرفان النفع والضرر و يبأشران العقد على بصيرة و تثبت“۔ (حجة الله البالغة، من ابواب ابتغاء الرزق: 191/2، دار الكتب العلمية)

ان عبارات کا مفہوم یہ ہے کہ عاقدین (معاملہ کرنے والوں) کا عاقل، نفع و نقصان کو جاننے والا اور صاحب بصیرت ہونا ضروری ہے۔

اور ظاہر ہے کہ شخص حقیقی میں ان صفات کا پایا جانا ممکن ہے، جس کی بناء پر تمام معاملات حقیقت میں ڈائریکٹرز ہی سرانجام دیتے ہیں، چنانچہ وہ ڈائریکٹرز جب

ایک شخص قانونی کو ”رب المال“ اور دوسرے شخص قانونی کو ”مضارب“ بناتے ہیں (اس حال میں کہ ان دونوں کے متولی وہ خود ہوتے ہیں) تو نفس الامر میں وہ خود ہی عقد کے دونوں پہلو ”رب المال اور مضارب“ بنتے ہیں، اس لئے کہ ڈائریکٹر حضرات ہی کمپنی اور وقف فنڈ دونوں کی نمائندگی کرتے ہیں، گویا وہ یوں کہتے ہیں کہ (وقف فنڈ کی طرف سے) ہم مال، مضارب کے لئے دیتے ہیں اور (کمپنی کی طرف سے) ہم مال، مضارب کے لئے وصول کرتے ہیں، دوسری طرف عام طور پر ان ڈائریکٹرز کو ہی کمپنی بھی کہا جاتا ہے، نتیجتاً ایک ہی فرد (حقیقی) خود ہی رب المال ٹھہرا اور خود ہی مضارب، جس کا شریعت میں کوئی تصور نہیں ہے۔

چوتھی خرابی:

جس طرح کوئی بھی پالیسی ہولڈر اپنا کسی بھی قسم کا تکافل کرواتا ہے اسی طرح ہر تکافل کمپنی کے لئے بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنا تکافل کروائے، جس کو ”ری تکافل“ (Re-Takaful) کہا جاتا ہے، یہ ہر کمپنی کے لئے قانوناً لازمی ہے، ایسا ممکن نہیں ہے کہ کوئی کمپنی اپنا تکافل نہ کروائے، ری تکافل کمپنیوں کی اہمیت اور ضرورت کے بارے میں مجوزین حضرات کا ہی ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

”ہر انشورنس کمپنی اپنے خطرات کا کچھ حصہ دوسری انشورنس کمپنی کے پاس انشور کرواتی ہے، مثلاً: اسی فیصد اپنے پاس رکھ کر بیس فیصد حصہ کی انشورنس دوسری کمپنی کے پاس کرواتی ہے، اس کے نتیجے میں کسی پالیسی ہولڈر کو خطرہ پیش آنے کی صورت میں اس کو ادا کی جانے والی رقم کا اسی فیصد حصہ انشورنس کمپنی خود برداشت کرتی ہے اور بیس فیصد حصہ ری انشورنس کمپنی برداشت کرتی ہے، پریمیم کی مقدار مناسب رکھنے اور خطرات کو پھیلا کر نقصان کی تلافی کو یقینی بنانے کے لئے ری

انشورنس، انشورنس کا جزء لازم سمجھا جاتا ہے اور قانوناً بھی لازم ہے، اس کے بغیر لائسنس جاری نہیں ہوتا، تکافل کمپنی بھی اس ضرورت اور قانون سے بالاتر نہیں ہے، البتہ تکافل کمپنی، ری تکافل کروانے کی صورت میں گویا اپنے پاس جمع ہونے والے فنڈ کو ایک دوسرے تکافل کا حصہ بنائے گی اور یوں دو تکافل وجود میں آئیں گے: (۱) ایک افراد کے درمیان اور (۲) دوسرا تکافل کمپنی اور ری تکافل کمپنی کے درمیان۔

(تکافل کی شرعی حیثیت، ص: 114)

پھر آگے چلتے ہوئے اسی کتاب میں لکھا ہے: ”جو اصول تکافل کے لئے درکار ہیں وہی اصول ری تکافل کو بھی چلاتے ہیں۔“ (تکافل کی شرعی حیثیت، ص: 115)

نیز ایک اور جگہ لکھا ہے:

”جس طرح تکافل کے دو ماڈل ہیں: وقف ماڈل اور تبرع ماڈل اسی طرح ری تکافل بھی وقف کی بنیاد پر بھی ہو سکتی ہے اور تبرع کی بنیاد پر بھی ہو سکتی ہے، تاہم عالمی سطح پر تبرع کی بنیاد پر تکافل کا کام پہلے شروع ہوا ہے، اس لئے تبرع کی بنیاد پر کام کرنے والی ری تکافل کمپنیاں تو وجود میں آچکی ہیں، البتہ وقف کی بنیاد پر کام کرنے والی کوئی ری تکافل کمپنی عملاً وجود میں نہیں آئی، امید ہے کہ مستقبل قریب میں وجود میں آجائے گی۔“

(تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ، ص: 137)

خلاصہ کلام:

- (۱) ہر تکافل کمپنی کے لئے اپناری تکافل کمپنی سے تکافل کروانا قانوناً لازمی ہے۔
- (۲) اب تک وجود میں آنے والی کوئی ری تکافل کمپنی وقف کی بنیاد پر نہیں ہے۔
- (۳) ری تکافل کمپنی کا مقصد کاروباری نقطہ نگاہ سے۔

(الف) تکافل فنڈ کے ساتھ رسک (خطرات) کو شنیر کرنا ہے تاکہ رسک شنیر ہو جائے اور نقصان کی صورت میں کوئی ایسی صورت حال پیدا نہ ہو جس میں تکافل فنڈ دیوالیہ ہو جائے اور تکافل ممبر کا مفاد خطرے میں پڑ جائے۔

(ب) ری تکافل کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ مجموعی رقم کو انوسٹ کر کے انوسٹمنٹ کا دائرہ بڑھائے اور سرپلس (بچت) میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو۔

(ج) ری تکافل کمپنی انڈر رائٹنگ فلیگسبلیٹی (Flexibility Underwriting) یعنی رسک کو قبول کرنے کی پلک اور سہولت مہیا کرتی ہے اور تکافل کمپنی کو مالی سہارا دیتی ہے، تاکہ وہ مستحکم ہو اور مارکیٹ میں مروجہ کمپنیوں کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔ (د) ری تکافل کمپنی یہ بھی کر سکتی ہے کہ کمی کی صورت میں ری تکافل شنیر ہولڈرز فنڈ سے تکافل کو قرض حسنہ دے، تاکہ وہ اس سے اپنے مقاصد اور ضروریات پوری کر سکے۔

(تکافل کی شرعی حیثیت، ص: 115)

نیز! ”تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ“ میں لکھا ہے کہ ”اگر ری تکافل کا سہارا نہ لے اور خود سارا رسک کو کرے تو اسے پریمیم زیادہ لینا ہوگا، اگر وہ اس طرح نہ کرے تو مارکیٹ کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔“ (ص: 137)

مذکورہ تفصیل کے بعد یہ بات بہت حد تک کھل کے سامنے آجاتی ہے کہ ایک طرف تو نظریہ تکافل کے لئے احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سے استدلال اور دوسری طرف مذکورہ خط کشیدہ عبارتیں کیا منظر پیش کر رہی ہیں۔ مذکورہ مقاصد پر نظر ڈالنے سے ہر شخص محسوس کر سکتا ہے کہ مقصود کاروبار اور اپنی تجارت کو فروغ دینا ہے اور بس۔

دوسری بات: ابھی تک کوئی بھی ری تکافل کمپنی وقف کی بنیاد پر وجود میں نہیں آسکی ہے، بلکہ جن ری تکافل کمپنیوں سے تکافل کمپنیاں اپنا تکافل کرواتی ہیں وہ تبرع کی بنیاد پر کام کر رہی ہیں، اور تبرع کی بنیاد کو خود ہمارے مجوزین حضرات پوری طرح رد کر چکے ہیں، کیونکہ تبرع کی بنیاد صحیح اسلامی متبادل پیش نہیں کر سکتی، ذیل میں خود مجوزین کی طرف سے ان تکافل کمپنیوں پر کئے جانے والے اشکالات پیش کئے جاتے ہیں جو تبرع کی بنیاد پر چل رہی ہیں:

(۱) ”اس صورت میں تکافل بھی مروجہ بیمہ کہ طرح عقد معاوضہ بن جائے گا اور غرر و ربا جیسے مفاسد اس میں موثر ہو جائیں گے۔

(۲) چندہ کی رقم چندہ دہندہ کی ملکیت سے نہ نکلنے کی وجہ سے شرعی ضابطہ کے مطابق اس کی زکاۃ چندہ دہندہ پر واجب ہونی چاہیئے۔

(۳) چندہ دہندہ کے انتقال کی صورت میں دیا ہوا پیسہ اس کے ترکہ میں شمار ہونا چاہیئے۔

(۴) نیز! جب پول کا احسان چندہ دہندہ کے احسان کے مشروط ہو گا اور دونوں پر اپنا اپنا احسان لازم ہے تو یہ ”جبر فی التبرع“ ہو گیا، یعنی زبردستی کا احسان، جس کا باطل ہونا ظاہر ہے، چنانچہ زیادہ تر لوگوں کو تکافل کے بارے میں یہی اشکال رہتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی تبرع کی صورت میں پیچیدگیاں (Complications) ہیں، جن کا جواب اور حل کوئی آسان کام نہیں۔“

(تکافل کی شرعی حیثیت، ص: 86، ادارة المعارف)

مذکورہ خرابیوں کی وجہ سے (اور بقول انہی کے اور بہت سی خرابیوں کی وجہ سے) وقف کی بنیادوں پر تکافل کا نظام وضع کیا گیا اور ان (تبرع کی) بنیادوں پر چلنے

والے تکافل میں شرکت کو ناجائز کہا گیا، لیکن جب مجوزین حضرات خود پھنسے وہاں ان حضرات نے مجبوری اور ضرورت کے نام سے خود اسی نظام کو اختیار کر لیا، چنانچہ ”تکافل کی شرعی حیثیت“ میں لکھا ہے: ”خلاصہ یہ کہ تکافل کمپنیوں کے لئے مروجہ ری انشورنس (کمپنیوں) سے انشورنس کی سہولت لینا جائز نہیں، بلکہ کسی ری تکافل کمپنی کو اختیار کریں، گو اس کی تعداد فی الحال کم ہے، نیز! ری (تکافل) کمپنیاں زیادہ تر تبرع پر مبنی (Based) ہیں، وقف پر نہیں، تاہم فی الحال بدرجہ مجبوری اس کو برداشت کیا جاسکتا ہے، کیونکہ تبرع میڈ تکافل کے جواز کی بڑی تعداد علماء میں سے قائل ہے اور بہت سے اسلامی ممالک میں یہی ماڈل زیرِ عمل ہے۔“ (ص: 120)

سوال: ہمارے ہاں زیادہ تر تکافل کمپنیاں وقف ماڈل ہیں، ری تکافل کمپنیاں مثلاً: سوس ری وغیرہ فی الحال اس بنیاد پر قائم نہیں، تو کیا ان ری تکافل کمپنیوں کی پالیسی لینے کی گنجائش ہے؟

جواب: جی ہاں، کیونکہ قانونی مجبوری ہے۔“ (ص: 121)

لیجئے! اب خود ہی دیکھ لیا جائے، مزید کچھ تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی، کہ جس چیز کو مجوزین حضرات کل تک خود غلط کہہ رہے تھے اور اس کی شرعی خرابیاں گناتے ہوئے اس کو مسترد کر چکے تھے اور باقاعدہ اس کے مقابل نیا نظام ترویج دے رہے تھے، جب اس میں خود ملوث ہونا پڑ رہا ہے تو اسے مجبوری کا نام دے کر جائز قرار دے دیا، ٹھیک ہے کہ بہت سارے ممالک میں اس بنیاد پر ”تکافل“ یا ”ری تکافل“ کمپنیاں موجود ہیں لیکن مجوزین کے نزدیک تو وہ پوری بنیاد شرعی تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتی نا! تو پھر مجبوری کے نام سے ان کے ساتھ معاملہ کرنے کی اجازت دے دینے سے اُن مفاسد سے بچاؤ ہو جائے گا؟ یا اُن کو شرعاً برداشت کر لیا جائے گا؟

جن کو خود مجوزین حضرات شمار کروا کے اُس نظام کو مسترد کر چکے ہیں، نیز! یہ مجبوری، آیا وہ مجبوری بھی ہے کہ جس میں کسی قدر گنجائش کا حصول ممکن ہو، یہ مقام بھی اہل علم حضرات کے لئے غور طلب ہے۔

لہذا ری تکافل کمپنیوں سے تکافل کمپنیوں کا تکافل کروانا جائز نہیں ہے، اور اگر ری تکافل کمپنیاں وقف کی بنیاد پر بھی ہوں تو بھی ان میں وہ تمام خرابیاں موجود ہیں جو پیچھے تفصیل سے ذکر کی جا چکی ہیں۔

اس سے ہٹ کر ”تکافل کی شرعی حیثیت“ میں ذکر کردہ یہ عبارت کہ ”ری تکافل کمپنی یہ بھی کر سکتی ہے کہ کمی کی صورت میں ری تکافل شیر ہولڈرز فنڈ سے تکافل کو قرض حسنہ دے، تاکہ وہ اس سے اپنے مقاصد اور ضروریات پوری کر سکے“ مضاربہت فاسدہ کو بھی بتا رہی ہے۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

ذکر کردہ تعبیر ظاہر کر رہی ہے کہ ”ری تکافل کمپنی قرض دینے کی پابند نہیں“ تاکہ یہ اشکال نہ ہو سکے کہ کمپنی نے رقم دواغراض کے لئے لی تھی:

(۱) انوسٹمنٹ کے لئے، تاکہ سرپلس میں اضافہ ہو۔

(۲) متوقع نقصانات کی صورت میں قرض حسنہ فراہم کرنے کے لئے، جیسا کہ ماقبل میں لکھا تھا کہ ”پریمیم کی مقدار مناسب رکھنے اور خطرات کو پھیلا کر نقصان کی تلافی کو یقینی بنانے کے لئے (جو قرض دینے کی صورت میں ہی ممکن ہے) ری انشورنس کو انشورنس کے لئے یاری تکافل کو تکافل کے لئے جزو لازم سمجھا جاتا ہے اور قانوناً بھی یہ لازم ہے اور اس کے بغیر لائسنس بھی جاری نہیں ہوتا“۔ غرضیکہ! ری تکافل کمپنی کا بظاہر مقصد اصلی ممکنہ نقصان میں قرض حسنہ کی فراہمی کی صورت پیدا کرنا ہے۔

اشکال کی صورت یہ ہے کہ جب تکافل کمپنی نے ری تکافل کو 20 فیصد دیا تو

یہ رب المال بنی اور ری تکافل مضارب بنی، چنانچہ مضارب نے ایک طرف تو رب المال کا 20 فیصد انوسٹ کیا اور دوسری طرف ممکنہ نقصان کی تلافی کے لئے قرض حسنہ بھی فراہم کر رہی ہے، تو یہ التزام عقد مضاربت میں شرط فاسد ہے، جس سے مضاربیت فاسد ہو جائے گی۔

اس اشکال سے بچنے کے لئے یہ تعبیر اختیار کی گئی کہ ”ری تکافل کمپنی یہ بھی کر سکتی ہے....“ حالانکہ ری تکافل کمپنی کا مقصد و موضوع ہی یہی ہے کہ وہ ممکنہ نقصانات میں تکافل کمپنی کی مدد کر سکے، کیونکہ سوچنے کی بات ہے کہ تکافل کمپنی تو خود اپنے پالیسی ہولڈرز کے سرمایہ میں سے 80 فیصد انوسٹمنٹ کرتی ہے، ری تکافل کمپنی کو 20 فیصد دینے کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ متوقع خطرات سے نمٹا جاسکے، بہر حال اتنی بات تو یقینی ہے کہ ری تکافل کمپنی نقصان کی صورت میں قرض دے گی اور دیتی ہے (ورنہ تو تکافل کمپنی کا اس سے اپنا تکافل کروانا کچھ معنی نہیں رکھتا) اور یہ ایسا اقدام ہے جس سے مضاربیت فاسد ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

پانچویں خرابی:

ایک اور غور طلب پہلو! تکافل کمپنیوں کا ایڈمن فیس اور ایلو کیشن فیس لینے کا بھی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ آنے والے پالیسی ہولڈر سے وصول شدہ رقم میں سے اس کی کل رقم کا ایک بہت بڑا حصہ ایلو کیشن فیس کے نام سے کاٹ لیا جاتا ہے، جس کی مقدار مختلف قسم کے تکافل میں مختلف ہوتی ہے، مثلاً: 80 فیصد، 85 فیصد، 90 فیصد وغیرہ۔ پھر اگلے سال 20 فیصد، اور اس سے اگلے سال 10 فیصد ایلو کیشن فیس کے نام سے کاٹ لی جاتی ہے، یہ ساری فیس تکافل کمپنی کے ایجنٹ اور ذمہ داران کمپنی کی ملکیت ہوتی ہے، دوسری طرف دیکھا جائے تو اس جگہ (تکافل میں) اور انشورس

میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا وہاں بھی پہلی قسط کا ایک بڑا حصہ کمپنی کے ایجنٹ کا ہوتا ہے، اس کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ انشورنس میں یہ ظلم ہوتا ہے کہ پہلی پوری قسط پوری کی پوری ایجنٹ کی جیب میں چلی جاتی ہے، لیکن جب اس کا متبادل نظام تکافل وجود میں آیا تو وہاں بھی مختلف فیصوں کے نام سے پہلی قسط کا اکثر حصہ کمپنی کی ملکیت چلا جاتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ (تکافل کے پیش کردہ نظریے ”جس کی تقویت کے لئے قرآن پاک، احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات پیش کئے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ نظام محض ہمدردی اور بھائی چارے اور برادریوں میں قائم کئے جانے والے باہمی امدادی فنڈوں کی بنیاد پر ہے“ کی وجہ سے) پالیسی ہولڈر کے ساتھ زیادتی ہے، وہ اس طرح کہ اگر کوئی پالیسی ہولڈر پہلی قسط جمع کروانے کے بعد کسی وجہ سے تکافل کمپنی کو چھوڑنا چاہے تو قواعد و ضوابط کے مطابق اُسے صرف وہ رقم ملتی ہے جو اُس کی انوسٹمنٹ کھاتے میں جمع ہو، یا پھر اس رقم سے کی گئی سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والا نفع۔ وہ اس طرح کہ تکافل کرواتے ہی مثلاً: 85 فیصد رقم تو ایلو کیشن فیس کے نام سے پہلے ہی الگ کر لی گئی، باقی رقم میں سے کچھ مقدار وقف فنڈ میں ڈال دی گئی، چنانچہ یہ دونوں رقمیں تو واپس نہیں ہو سکتیں، ایک تو کمپنی کا حق تھی اس لئے، اور دوسری اس کی ملکیت سے نکلنے اور وقف کی ملکیت میں چلی جانے کی وجہ سے، اور نتیجہ رقم میں سے بھی ہر ماہ ڈیڑھ فیصد ایڈمن فیس کاٹی جاتی ہے، لہذا یہ ”واپس ہونے والا پالیسی ہولڈر“ جتنی دیر کرتا جائے گا اتنی رقم اس کی کم ہوتی جائے گی، تو پالیسی ہولڈر کے ہاتھ کیا آئیگا؟

سوائے اس بات کے وہ اس جگہ سے بھی یہ ذہن لے کر نکلے گا کہ انشورنس کے متبادل پیش کیا جانے والا نظام (تکافل) بھی انشورنس ہی کی طرح لوگوں کی جیبیں

خالی کرنے والا نام نہاد اسلامی نظام ہے۔ اس وقت بڑی سادگی سے کمپنی ولے یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ہم تو یہ سب کچھ پہلے سے ہی بتا دیتے ہیں ناجائز اور بُرا تو تب ہو تا جب کوئی بات پوشیدہ رکھی جاتی، سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح علی الاعلان بتلا کر لوگوں کا مال مختلف طریقوں سے حاصل کرنا درست ہو جائے گا؟

بالخصوص اُس وقت جب انشورنس کے نظام کو ختم کرنے کے لئے نظام تکفل کی بنیاد ہی کچھ اور رکھی گئی ہو؟ اس حال میں کہ فقہا کی طرف سے کئی معاملات کو محض اس وجہ سے ناجائز قرار دے دیا جاتا ہے کہ اُس میں کسی ایک فریق کو نقصان پہنچتے ہوئے دوسرے کو نفع ہی نفع حاصل ہو رہا ہوتا ہے۔ یہ چند باتیں اہل علم حضرات کے سامنے بطور تمہید ذکر کی گئی ہیں تاکہ اس موضوع کے ہر گوشے پر سوچتے ہوئے پختہ بنیادوں پر عوام کے سامنے کوئی راہ عمل پیش کی جاسکے۔

اس صورت میں اس بات سے کسی طرح مفر نہیں ہو سکتا کہ صحیح صورت صرف اور صرف اسلام کے حقیقی اور ابدی نظام کفالت عامہ کا احیاء اور اس کو رواج دینا ہے اور بس۔ اسلامی نظام کفالت عامہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے اس کا بنیادی مقصد اپنے مستقبل کے خطرات کا تحفظ، نقصانات کی تلافی اور اپنے خزانے کو بڑھانا نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کو بطور کاروبار اختیار کرنا ہوتا ہے، بلکہ اس نظام کا خاصہ اور شعار یہ ہے کہ اس معاشرے کے تمام افراد باہم ایک دوسرے کے مددگار و معاون ہوتے ہیں اور بوقت ضرورت بلا کسی غرض و لالچ کے ضرورت مندوں اور مجبوروں کی حتی الوسع مدد کرتے ہیں، یہ نہیں کہ معاشرے کے مخصوص افراد کی مدد، مخصوص حالت میں، مخصوص مقدار میں کی جائے گی، (جیسا کہ انشورنس اور تکفل میں ہوتا ہے، کہ جو جتنا چندہ یا فیس دے گا صرف اُسی کی اس کے بقدر مدد کی جائے گی، کسی اور کی نہیں)

قصر صحابیت اور تاریخ کے تیشے!!!

بھ..... مولانا عبد المنان رحمہ اللہ

صحابیت وہ مضبوط قلعہ ہے جس میں اسلام محفوظ ہے، قرآن و حدیث میں اس طبقے کو نجات دہندہ اور جنتی قرار دیا گیا ہے اب اس کے بعد تاریخ کے تیشوں سے اس عمارت کو توڑنا تو درکناس کو خراش بھی نہیں پہنچائی جاسکتی۔

جو شخص کسی واقعے کے اسباب، پس منظر اور سیاق و سباق سے واقف نہ ہو تو وہ محض واقعہ پڑھ کر اپنے ذہن کے مطابق کچھ بھی رائے قائم کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ جملہ دیکھیں ”شہزادہ جنگ جیت کر آیا تو بادشاہ اس کا استقبال کرنے کی بجائے اپنی خلوت گاہ میں مقیم رہا۔“ اب اس کا کوئی مطلب یہ نکالے گا کہ بادشاہ شہزادے سے ناراض تھا کوئی کہے گا بادشاہ ملکی امور سے لگاتار تھا، کوئی کہے گا بادشاہ کسی خاص پریشانی میں مبتلا تھا۔ کوئی کہے گا بادشاہ کو اس کی خوشی ہی نہیں ہوئی، الغرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ درست بات وہی بتا سکتا ہے جو موقع پر موجود ہو یا بادشاہ کا رازدان ہو تو بہتر یہ ہے کہ اسی سے معلوم کیا جائے حالانکہ بات صرف اتنی ہو کہ بادشاہ بیمار تھا۔ اصل بات رازدان ہی جاسکتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے وارث علماء کرام ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: العلماء ورثة الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) اب اگر کوئی شخص علماء کرام سے پوچھے بغیر محقق بننے کی کوشش کرے گا تو گمراہی کا شکار ہو جائے گا۔ بعض لوگوں کو تاریخ پڑھنے کا بہت شوق ہوتا ہے، تاریخ کا مطالعہ کر کے خود کو مؤرخ سمجھنے لگتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے

میں منفی رائے قائم کر لیتے ہیں۔

مثلاً: فلاں صحابی نے ایسا کیوں کیا؟ فلاں نے ایسا کیوں نہ کیا؟ حالانکہ صحابہ کرام کو پرکھنے کا معیار قرآن و حدیث ہے نہ کہ تاریخ، تاریخی روایات اکثر غیر مستند ہوتی ہیں۔ لہذا جب تاریخ کا تقابل احادیث کی صحیح روایات سے ہو گا تو تاریخی روایات کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے گا۔ صحابہ کرام جن کی عظمت و شان، مقام و مرتبہ قرآن و حدیث، اجماع امت اور نقل متواتر سے ثابت ہے، ان کے مقابلے میں تاریخی روایات کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

سالار حریت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں جو آیات وارد ہیں وہ قطعی ہیں، جو احادیث صحیحہ ان کے متعلق وارد ہیں وہ اگرچہ ظنی ہیں مگر ان کی اسانید اس قدر قوی ہیں کہ تاریخ کی روایات ان کے سامنے ہیچ ہیں اس لیے اگر کسی تاریخی روایات میں اور آیات و احادیث صحیحہ میں تعارض واقع ہو گا تو تاریخ کو غلط کہنا ضروری ہے۔“

(مکتوبات شیخ الاسلام ج 1 ص 264)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ”صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص اور دلائل عقلیہ و نقلیہ کی موجودگی میں اگر روایات صحیحہ احادیث کی بھی موجود ہوتیں تو مردود یا مؤول قرار دی جاتیں چہ جائیکہ روایات تاریخ۔ اب آپ اصول تنقید کو پیش نظر رکھ کر کوئی رائے قائم کیجئے۔“

(مکتوبات شیخ الاسلام ج 1 ص 287)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”صحابہ کرام کی ذوات و شخصیات اور ان کے مقام کا تعین تاریخی روایات کی بنیاد پر کر لینا درست نہیں

کیونکہ یہ حضرات رسالت اور امت کے درمیان واسطہ ہونے کی حیثیت سے ازروئے قرآن و سنت ایک خاص مقام رکھتے ہیں تاریخی روایات کا یہ درجہ نہیں ہے کہ ان کی بنا پر ان کے اس مقام کو گھٹایا یا بڑھایا جائے جاسکے، اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں سمجھنا چاہیے کہ فن تاریخ بالکل ناقابل اعتبار و بیکار ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اعتماد کے بھی مختلف درجات ہوتے ہیں۔ اسلام میں اعتبار و اعتماد کا جو مقام قرآن کریم اور احادیث متواترہ کا ہے وہ عام احادیث کا نہیں جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے وہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کا نہیں، جو قرآن و سنت یا سند صحیح سے ثابت شدہ اقوال صحابہ کا ہے بلکہ جس طرح نص قرآنی کے مقابلے میں اگر کسی غیر متواتر حدیث سے اس کے خلاف کچھ مفہوم ہوتا ہو تو اس کی تاویل کرنا واجب ہے یا تاویل سمجھ میں نہ آئے تو نص قرآنی کے مقابلے میں اس حدیث کا ترک واجب ہے اسی طرح تاریخی روایات اگر کسی معاملہ میں قرآن و سنت سے ثابت شدہ کسی چیز سے متضاد ہوں تو وہ بمقابلہ قرآن و سنت کے متروک یا واجب التاویل قرار دی جائیں گی، خواہ وہ تاریخی اعتبار سے کتنی ہی معتبر و مستند ہوں۔ (مقام صحابہ ص 14 تحت فن تاریخ کی اہمیت)

حافظ ابن حجر مکی رحمہ اللہ متوفی 976ھ فرماتے ہیں: جو شخص صحابہ کرام کے بارے میں کوئی بات سنے تو اس پر اس معاملہ کی تحقیق واجب ہے اور صرف کسی کتاب میں دیکھ لینے یا کسی شخص سے سن لینے کی بنا پر اس غلطی کو ان میں سے کسی کی طرف منسوب نہ کرے (الصواعق المحرقة ص 216 فی بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ فی الصحابۃ) تاریخ تو پھر بھی تاریخ ہے محدثین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر اعتراض وارد ہوتا ہے اس کی تاویل کرنا واجب ہے اگر تاویل نہ ہو سکے تو وہ روایت قابل قبول نہیں ہوگی کیونکہ کسی حدیث سے کسی صحابی کی تنقیص

نہیں ہو سکتی۔ شارح مسلم علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ احادیث جن میں بظاہر کسی صحابی پر اعتراض ہوتا ہو اس کی تاویل واجب ہے اور یہ بھی کہا کہ صحیح روایات میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی تاویل نہ ہو سکے۔ (مسلم جلد 2 صفحہ 278)

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”پوری امت کا اتفاق ہیں کہ صحابہ کرام کی معرفت ان کے درجات اور انہیں پیش آنے باہمی اختلاف کا فیصلہ کوئی عام تاریخی مسئلہ نہیں بلکہ معرفت صحابہ تو علم حدیث کا اہم جز ہے جیسا کہ مقدمہ اصابہ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور مقدمہ استیعاب میں حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ وضاحت سے بیان فرماتے ہیں اور صحابہ کرام کے مقام اور باہمی تفاضل و درجات اور ان کے درمیان پیش آنے والے اختلافات کے فیصلے کو علمائے امت نے عقیدہ کا مسئلہ قرار دیا ہے اور تمام کتب عقائد اسلامیہ میں اس کو ایک مستقل باب کی حیثیت سے لکھا ہے۔ ایسا مسئلہ جو عقائد اسلامیہ سے متعلق اور اسی مسئلہ کی بنیاد پر بہت سے اسلامی فرقوں کی تقسیم ہوئی ہے۔ اس کے فیصلے کیلئے بھی ظاہر ہے قرآن و سنت کی نصوص اور اجماع امت جیسی شرعی حجت درکار ہیں اس کے متعلق اگر کسی روایت سے استدلال کرنا ہے تو اس کو محدثانہ اصول تنقید پر پرکھ لینا واجب ہے اس کو تاریخی روایتوں میں ڈھونڈنا اور ان پر اعتماد کرنا اصولی اور بنیادی غلطی ہے وہ تاریخیں کتنے ہی بڑے ثقہ اور معتمد علمائے حدیث ہی کی لکھی ہوئی کیوں نہ ہوں ان کی فنی حیثیت ہی تاریخی ہے جس میں صحیح سقم جمع کر دینے کا عام دستور ہے۔“ (مقام صحابہ صفحہ 35 تحت مشاجرات صحابہ کا مسئلہ)

تاریخی روایات کو پرکھنے کے اصول:

تاریخی روایات کی اکثریت غلط اور منقطع روایت کی ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان روایات کو پرکھنے کے اصول بھی لکھ دیے جائیں جن کی روشنی میں ہر

روایت کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھا جاسکے وہ اصول حسب ذیل ہیں:

- ◎ ایسی تاریخی روایت معتبر ہوگی جو نص قرآنی کے خلاف نہ ہو۔
- ◎ وہ روایت جو سند متواترہ کے خلاف نہ ہو۔
- ◎ وہ روایت جو صحابہ کے اجماع قطعی خلاف نہ ہو۔
- ◎ وہ روایت جو مسلمہ اصولوں کے خلاف نہ ہو۔
- ◎ وہ روایت جو صحیح اور مقبول حدیث کے خلاف نہ ہو۔
- ◎ وہ روایت جو عربی قواعد کے خلاف نہ ہو۔
- ◎ وہ روایت ایسی نہ ہو جس میں راوی کسی شخص سے ایسی روایت کرتا ہو جو کسی اور نے نہیں کی اور یہ راوی اس شخص سے نہ ملا ہو۔
- ◎ روایت ایسی نہ ہو جس کے معنی رقیق یا شان نبوت یا شان صحابہ کے منافی ہو
- ◎ روایت عقل سلیم کے خلاف نہ ہو۔
- ◎ روایت میں کوئی ایسا محسوس و مشہور واقعہ بیان ہو کہ اگر وقوع میں آتا تو اس کو روایت کرنے والے متعدد آدمی ہوتے لیکن اس کے خلاف ایک یا دو راوی ہوں تو وہ روایت بھی قبول نہیں ہوگی۔
- یہ دس اصول متن روایت کو پرکھنے کیلئے ہیں باقی سند روایت کے پرکھنے کیلئے حسب ذیل اصول ہیں:

- نمبر 1: راوی عادل تام الضبط اور ثقہ ہو۔
- نمبر 2: روایت کتنے طریق سے مروی ہے اور راویوں کی تعداد کتنی ہے۔
- نمبر 3: روایت اصل آدمی تک پہنچتی ہے یا درمیان میں ہی رک جاتی ہے اگر روایت اصل آدمی تک پہنچتی ہوگی تو مرفوع ہوگی وگرنہ منقطع ہوگی۔

یہ وہ اصول ہیں جن پر تاریخ کی ہر روایت کے متن اور سند کو پرکھا جاسکتا ہے کہ یہ روایت کس حد تک معتبر ہے؟ اگر ان اصولوں کو تاریخی روایات میں اپنایا جائے تو غلط اور منقطع روایات کی کافی حد تک چھان بین ہو سکتی ہے۔ اور اس وقت ایک قاری اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والا اچھے طریقے سے سمجھ جائے گا کہ غلط روایات کا کس قدر ذخیرہ تاریخ کے صفحات میں سمو دیا گیا۔ قرآن وحدیث سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کے بعد صحابہ کرام کے بعد دنیا کے بہترین انسان اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے ہیں اور قرآن کریم نے تمام صحابہ کے بارے میں جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ فسق وفجور، جھوٹ، ظلم، حسد اور خیانت سے پاک تھے ان کی نیتوں پر شک ہرگز نہیں کیا جاسکتا، وہ گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتے۔ وہ اگرچہ معصوم نہیں تھے بشری تقاضوں کی بنا پر کبھی کبھار لغزش ہوئی تو ان کی معافی کا اعلان ہو چکا ہے۔ مقام صحابیت یہ اللہ تعالیٰ کا خاص مقام ہے جو محنت سے حاصل نہیں ہو سکتا نہ ہی علم و عمل پر موقوف ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے۔ صحابہ کرام کی اس خصوصیت کی وجہ سے امت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی خواہ وہ غوث ہو، قطب ہو یا ابدال ہو یا اس سے بھی بڑے درجے والا ہو ایک ادنیٰ سے صحابی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔ ان کی عظمت و کردار پر جرح و تنقید کی گنجائش نہیں نکل سکتی واضح رہے کہ صحیح تاریخی روایات صحابہ کے بارے میں بدگمانی کا ساتھ نہیں دیتیں۔ جن روایات کی بنا پر شکوک و شبہات پیدا کیے جاتے ہیں وہ زیادہ تر من گھڑت ہیں لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ تاریخ کی بڑی کتب کے بجائے قریبی دور کے مستند علماء اہل السنۃ کی کتب پڑھیں۔ مثلاً رجماء بینہم، تنقید اور حق تنقید، صحابہ کرام کا عادلانہ دفاع، مقام صحابہ، اسلام میں صحابہ کرام کی آئینی حیثیت، صحابہ کرام کا مدبرانہ دفاع، حضرت امیر معاویہ اور تاریخی حقائق۔

فکری گمراہی کا چھٹا سبب

کھ..... مولانا محب اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ

اسلام اور اجتہاد:

دین کا ادنیٰ سا فہم رکھنے والا کوئی شخص بھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ اسلام نے نہ صرف یہ کہ اجتہاد کی اجازت دی بلکہ اس کی کمال حوصلہ افزائی بھی کی ہے حتیٰ کہ اسلام نے قرآن و حدیث کے بعد اجتہاد کو اسلامی قانون کا سرچشمہ قرار دے دیا ہاں البتہ اسلام نے اپنے مزاج کے مطابق اس اہم اور نازک شعبہ کو شتر بے مہار بھی نہیں چھوڑا کہ جو جب اٹھے اور جیسے چاہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی تعلیمات میں رائے زنی شروع کر لے بلکہ اسلام نے اجتہاد کے شعبہ کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے حدود و قیود بھی متعین کیے ہیں اور اجتہاد کی ضرورت اس کا محل اس کی شرائط کی بھی تعیین کی ہیں۔ نام نہادان محققین کی فہم ناقص کا قصور ہے کہ وہ اجتہاد کی ان اسلامی تعلیمات اور ان حدود و قیودات کا ادراک نہ کر سکے یا انکی محققانہ نظر ان پہلوؤں کو نہ دیکھ سکی۔ منکرین حدیث یا دیگر جدت پسند جو اسلامی لبادہ میں ملبوس اسلامی تعلیمات کو اجتہاد کے نام پر مشق ستم بنا رہے ہیں جو خود بھی گمراہ دوسروں کوں بھی گمراہ کر رہے ہیں ان کی اس فکری گمراہی کی سب سے بنیادی وجہ اجتہاد کی حقیقت شناسی سے محرومی اور اس اصطلاح کی حقیقی پہلوؤں سے عدم واقفیت ہے جو آزادانہ اجتہاد کی کشتی پر سوار گمراہی کی طرف رواں دواں ہیں۔

یہاں آزادانہ اجتہاد کی اصطلاح اس لئے استعمال کی تاکہ بالعموم یہ مسئلہ سب کو سمجھ آ جائے وگرنہ اسے آزادانہ اجتہاد کا نام دینا بھی غلط ہے یہ تو محض خواہش

پرستی، اباحت پسندی یا عجب بالرائے ہے جسے یہ لوگ اجتہاد کا نام دے کر امت میں پھوٹ ڈال رہے ہیں۔

آزادانہ اجتہاد:

تحقیق اور ریسرچ میں آزادانہ اجتہاد فکری گمراہی کا ایک اہم اور بنیادی سبب ہے۔ نام نہاد یہ محققین (ہوئی پرست) اسلامی تعلیمات میں کی ہوئی اپنی تحریفات و تلبیسات کو تحقیق یا اجتہاد کا نام دیکر امت کو یہ بات کسی طرح باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ کبھی بھی کسی صورت میں بند نہیں ہوا اور انہیں اجتہاد کا حق حاصل ہے لہذا یہ لیجے ہماری مجتہد فیہ تحریفات و تلبیسات۔

اسلامی اجتہاد کے متعلق انکی اس غلط فہمی یا ان کی اس جسارت نے انہیں اسلامی تعلیمات میں تحریفات اور کٹر و بیونت کا اس قدر شکار بنایا ہوا ہے کہ الامان و لحفیظ سب سے پہلے یہاں اجتہاد کے متعلق چند اہم اور ضروری گذارشات پیش کی جاتی ہیں تاکہ اس مسئلہ کی اصل اور اسکی حقیقی نوعیت بھی ہمارے سامنے آجائے۔

اجتہاد کا دروازہ:

اجتہاد قرآن و حدیث کے بعد اسلامی قانون کا ایک اہم ترین سرچشمہ ہے رسول اکرم ﷺ نے بنفس نفیس اس کا دروازہ کھولا اور بے شمار مواقع پر اجتہاد کر اسکے نشیب و فراز سے امت کو آگاہ کیا، چنانچہ امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہمارے نزدیک سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی ابتلاء پیش آتا جس میں وحی نہ نازل ہوتی تو آپ وحی کا انتظار کرتے تھے جب انتظار کی مدت گزر جاتی تو رائے و اجتہاد سے حکم ظاہر فرماتے تھے اگر اس کے خلاف وحی نہ آتی تو یہ برقرار رکھنے کی دلیل ہوتی تھی۔“ (اجتہاد لشیخ تقی امینی)

مسلمانوں کا متفقہ نظریہ ہے کہ اجتہاد کا دروازہ کلیۃً بند نہیں اور نہ ہی آئندہ ہو گا اس لیے کہ مرور ایام کے ساتھ نت نئے مسائل کا ابھرنا ایک فطری عمل ہے اور یہ زندگی جو رواں دواں ہے اپنے جلو میں بہت سے نئے مسائل کو لاتی ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ نت نئے مسائل کے حل کے لئے نمود پذیر زندگی اور ترقی پذیر معاشرے کے لئے اور امت مسلمہ کو کج روی اور گمراہی سے بچانے کے لئے اسلام کی جامعیت اور عالمگیریت کے پیش نظر اجتہاد کو باقی اور قابل عمل سمجھا جائے۔

علمائے امت پر یہ بہتان ہے کہ وہ اجتہاد کے قائل نہیں، علماء صرف یہ کہتے ہیں کہ بغیر اہلیت کے کسی شخص کو اجتہاد کے منصب عظمیٰ پر فائز کرنا دین کے ساتھ بہت بڑی بددیانتی اور عظیم خیانت ہے۔

اجتہاد کا محل:

اجتہاد کا محل کیا ہے کن کن مسائل میں اجتہاد کی اجازت ہے اور کن میں ممانعت، یہ اور اس قسم کے مسائل کو سمجھنے کیلئے حدیث ملاحظہ فرمائیے: ”آنحضرت ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو دریافت فرمایا کہ معاذ! جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو گا تو فیصلہ کیسے کرو گے؟ عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، فرمایا: اگر اس کا حکم کتاب اللہ میں تمہیں نہ ملے؟ عرض کیا: اس صورت میں سنت رسول ﷺ سے فیصلہ کروں گا، فرمایا: اگر اس کا حکم تمہیں سنت رسول ﷺ میں بھی نہ ملے؟ عرض کیا اس صورت میں اجتہاد کی پوری قوت استعمال کروں گا اور حکم الہی کی دریافت میں ذرا کوتاہی نہیں کروں گا، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو رسول اللہ ﷺ کے پسندیدہ طریقہ کی توفیق عطا فرمائی۔“ مشکوٰۃ

اس روایت سے مندرجہ ذیل امور کا پتہ چلتا ہے:

☆ نئے مسائل کی دریافت کے لیے اجتہاد کے عمل کو بروے کار لانے کی خود شارع ﷺ نے اجازت دی ہے۔

☆ اجتہاد ان مسائل میں ہو گا جن کا حکم قرآن و سنت میں صراحتاً موجود نہ ہو۔

☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

اس سے ظاہر ہے کہ اجتہاد کی ضرورت صرف اس موقع پر پیش آتی ہے جس کا صریح علم نہ تو کتاب اللہ میں موجود ہو نہ آنحضرت ﷺ کی سنت ثابتہ میں اور نہ صحابہ کرام اور خیر القرون کے دور میں اس پر کوئی اتفاقی فیصلہ، اجماع ہوا ہو، ورنہ اگر کسی مسئلہ کا حل خود کتاب اللہ میں موجود ہو یا آنحضرت ﷺ اس کا صاف صاف حکم امت کو بتلا چکے ہوں یا صحابہ کرام جو قرآن حکیم کے اولین مخاطب اور آپ ﷺ سے براہ راست قرآن و سنت اور دین شریعت کا فہم حاصل کرنے والے تھے، اس بارے میں کوئی متفقہ فیصلہ کر چکے ہوں تو ایسے موقع پر اجتہاد صرف ایک لایعنی فعل ہی نہیں بلکہ ایک ناروا جرأت بھی ہے، کتاب و سنت اور اجماع امت کے مقابلہ میں اجتہاد کرنے کا معنی تو یہ ہوں گے کہ اس مجتہد کو نہ تو خدا کی کتاب پر اعتماد ہے نہ اس کے نبی اور نہ ہی اس کے خیال میں صحابہ کرام کا مجموعی علم ہی کوئی وزن رکھتا ہے۔

(تجدد پسندوں کے افکار)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: سوچنا چاہئے کہ اسلام میں اجتہاد کا مقصد کسی غیر منصوص واقعہ سے متعلق احکام الہی کا دریافت کرنا ہے یا حق تعالیٰ کے منصوص احکام سے جان چھڑانا اور انہیں کسی نہ کسی حیلے بہانے ٹالنے کی کوشش کرنا؟ اگر اجتہاد کا مقصد واقعتاً حکم الہی کو دریافت کرنا ہے تو جس صورت میں پہلے ہی اللہ و رسول ﷺ کا

صریح اور صاف حکم موجود ہے، وہاں اجتہاد کرنا کتنی غیر معتدل اور احمقانہ حرکت کہلائے گی؟ اور اگر اجتہاد سے مقصد حکم خداوندی کو درمیان سے ہٹا کر اس کی جگہ ”فرمان قیصری“ کا نفاذ ہے تو ایسا اجتہاد ہماری بحث ہی سے خارج ہے اسلام میں ایسے اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔

معلوم ہوا کہ اجتہاد صرف ان مسائل میں ہو گا جہاں قرآن و سنت کا صاف اور صریح حکم موجود نہ ہو یا اس پر صلف صالحین کا اجماع نہ ہو اور عصر حاضر کرگمراہ کن فتنوں کے فکری گمراہی کا یہ سبب بھی کسی سے مخفی نہیں کہ ان کے آزادانہ اجتہاد کے عمل جراحی کی زد میں اکثر وہ مسائل آتے ہیں جس کے متعلق قرآن و سنت کے صریح احکامات موجود ہوتے ہیں یا ان پر سلف کا اجماع ہوتا ہے۔

شرائط اجتہاد:

بالاتفاق علماء و فقہاء کے ہر وہ شخص اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے جو مندرجہ ذیل علوم میں مہارت اور کچھ سے ضروری واقفیت رکھتا ہو۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”مجتہد وہ ہے جو ان علوم کا جامع اور ماہر ہو۔

1: کتاب اللہ کا وسیع علم:

چنانچہ مجتہد کے لیے قرآن حکیم کے علوم میں سے ناسخ و منسوخ، مجمل، مفسر، عام و خاص، محکم و متشابہ کا جاننا ضروری ہے نیز یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ مکروہ، حرام، مباح، مندوب اور واجب سے کیا مراد ہے۔

2: سنت رسول ﷺ کا وسیع علم:

چنانچہ سنت میں سے ان امور کا علم بھی ضروری ہے اور اس کے علاوہ مجتہد

کے لیے صحیح، ضعیف، مسند اور مرسل احادیث کی پہچان اور معرفت بھی ضروری ہے۔ یعنی وہ علوم قرآن میں مہارت کے ساتھ ساتھ علوم حدیث میں بھی گہری دسترس اور واقفیت رکھتا ہو (راقم الحروف)

3: علماء سلف نے جو کچھ لکھا ہے اس سے آگاہی:

وہ بخوبی جانتا ہو کہ علماء سلف نے کس مسئلہ میں اتفاق کیا ہے اور کس مسئلہ میں ان کی آراء مختلف ہیں۔

حکمت:

علماء سلف اور متقدمین کی آراء کا معلوم ہونا اس لیے ضروری ہے تاکہ اس کی کوئی رائے اور فیصلہ اسلاف کے رائے کے خلاف نہ ہو۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا تو وہ اسلاف کے اجماع کے خلاف ایک نئی رائے دینے کا مرتکب کہلائے گا۔ ”اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ وہ اجماع کو جاننے کے ساتھ اسے مانتا بھی ہو۔ اور سلف صالحین کے اجماعی مسائل اور ان کی دین فہمی پر اعتماد بھی رکھتا ہو اور ان کی رائے کو اپنی ذاتی رائے پر ترجیح اور فوقیت بھی دیتا ہو۔“

4: عربی لغت میں مہارت:

عربی زبان میں اتنی مہارت حاصل کر لے کہ اس کے معانی اور مطالب کو بخوبی سمجھ سکے اور اس بات سے آگاہ ہو کہ سیاق و سباق کی مناسبت سے فلاں لفظ اور جملے کے فلاں مقام پر یہ معنی ہے۔

حکمت:

عربی زبان پر دسترس اس لیے بھی ضروری ہے کہ شریعت عربی زبان میں

نازل ہوئی ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ شارع کے مقصود کو سمجھ سکے۔

5: قیاس کے طریقہ کار کو جانتا ہو:

اس میں ضروری ہے کہ وہ ان اصولوں سے واقف بھی ہو۔ اس لیے فروعیات کو اصولیات سے ہی مستنبط کرنا اجتہاد کہلاتا ہے اور مجتہد کا یہی کام ہوتا ہے۔

6: طرق تطبیق سے واقف ہو:

یعنی مجتہد کے لیے حدیث کو قرآن کے ساتھ اور قرآن کو حدیث کے ساتھ تطبیق دینے کے طریقے بھی جانتا ہو۔ اگر کہیں ظاہر قرآن و حدیث میں تعارض نظر آئے تو اس تعارض کے رفع کی صورت اور تطبیق کی صورت کیا ہوگی۔ اس لیے کہ قرآن حدیث کے اور حدیث قرآن کے مخالف نہیں ہو سکتا۔

7: وجوہ ترجیحات سے بھی واقف ہو:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کسی دو مسئلوں میں سے کسی ایک مسئلہ یا کسی ایک علت کو ترجیح دیتا ہے تو وہ ترجیح کس بنیاد پر ہوگی۔

8: احادیث کا علم:

احادیث سے مراد وہ احادیث ہیں جن کا احکامات سے تعلق ہے کیونکہ قصص واقعات، وعظ و نصیحت پر مشتمل احادیث سے واقفیت اجتہاد کے لیے شرط نہیں۔

9: تقویٰ و صلاح:

اوپر ذکر کیے گئے علوم تو وہ تھے جن کا تعلق ظاہر سے تھا اب باطنی کمالات کا ہونا بھی ایک مجتہد کے لیے ضروری ہے۔ جس میں تقویٰ، خشیت الہی، احساس مسؤلیت ان چیزوں کا وہ پوری طرح احساس رکھتا ہو اور اسے اس کا اچھی طرح احساس ہو کہ اگر

میں دین میں ادنیٰ سی تحریف و تلبیس کا بھی مرتکب ہوا تو پھر اس کا انجام کیا ہوگا؟؟

10: فطری استعداد:

فطری ذکاوت قوت حافظہ یہ سب چیزیں بھی مجتہد کے لیے ضروری ہیں۔ (تخصیص از عقد الجیدی احکام الاجتہاد والتقلید)

اب نام نہاد اجتہاد کے علم برداروں سے صرف اتنی گزارش ہے کہ اگر وہ اپنے اس کام میں مخلص ہیں تو وہ کم از کم اپنے اندر اجتہاد کی مہارت اور قابلیت پیدا کریں اور اجتہاد کے محل کو متعین کریں اور اجتہاد کی شرائط پر پورا اتریں۔ وگرنہ بصورت دیگر وہ علماء امت کے فہم اور ان کے دینی ذوق پر اعتماد کریں۔ یہی فکری گمراہی سے بچنے کا واحد حل ہے۔

اس وقت امت مرحومہ کا سب سے بڑا المیہ اسلاف سے بد اعتمادی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے ان اجتہادات کو نظر انداز کیا جا رہا ہے جو قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں اور اصولوں پر مبنی ہیں اور ایسے اجتہادات اور تصورات کو عام کیا جا رہا ہے جس کی بنیاد قرآن و سنت کی بجائے عقل نارسا ہے اس لیے فکری تناؤ کی کیفیات دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اگر اسلاف امت بالخصوص اس فن کے امام امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کے اجتہادات پر اعتماد کر لیا جائے جو شرائط اور اصول و ضوابط کے موافق ہیں تو جھگڑے ختم ہو جائیں۔ ورنہ یونہی غلط فکری تصورات میں امت مزید تقسیم ہوتی چلی جائے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلاف کو اللہ کریم نے جہاں استعداد اور قوت دلیل سے نوازا تھا وہاں ان کے اخلاص کا بھی یہ عالم تھا کہ ان کا فروعی اختلاف بھی دلائل پر مبنی ہوا کرتا تھا۔ جو آج کے دور میں ناپید ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلاف کی تعلیمات اور پیروی سے امت کو وحدت کی لڑی میں پرو دیا جائے۔

کھ..... مولانا محمد عاطف معاویہ رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الفقہاء:

امام عبید اللہ بن عبد اللہ الہذلی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب:

جلیل القدر صحابی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے نسب نامہ یوں ہے ابو عبد اللہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود الہذلی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج 1 ص 62)

علم و فضل کا گہرانہ:

آپ کے داد سیدنا عتبہ بن مسعود حضور علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے مختلف حضرات کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عتبہ علم و فقہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پائے کے آدمی تھے مگر چونکہ ان کا انتقال ہو گیا اس لیے ان کی علمی و فقہی شہرت زیادہ نہ ہوئی اور آپ کے عملی مقام کی ہی وجہ تھی کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو کی بارش برس رہی تھی۔

(الاصابہ ج 4 ص 440)

آپ کے والد سیدنا عبد اللہ بن عتبہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے بھتیجے اور حضور علیہ السلام کے صغار صحابہ میں سے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ چھوٹے تھے آپ علیہ السلام ان پر کس قدر شفقت فرماتے اس کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے ایک مرتبہ ان کے صاحبزادے حضرت حمزہ نے پوچھا:

اُی شیء تذکر من رسول اللہ - صلی اللہ علیہ وسلم ؟ قال: اذکر اُنہ
اُخذنی وَاَنَا خماسی اُو سداسی، فأجلسنی فی حجرہ، ومسح رأسی بیدہ، ودعا لی
ولذریعتی من بعدی بالبرکة"

(تہذیب الاسماء واللغات لامام النووی ج 1 ص 392)

ابو جان آپ کو حضور علیہ السلام کی دنیوی زندگی سے متعلق کوئی واقعہ یا چیز
یاد ہے آپ نے فرمایا ہاں بیٹا جب میری عمر پانچ چھ سال تھی تو آپ علیہ السلام نے
ایک مرتبہ مجھے اپنی گود مبارک میں بٹھایا ازراہ شفقت میرے سر پر اپنا مبارک ہاتھ
پھیرا اور زبان مبارک سے میرے لیے اور میرے بعد میری اولاد کے لیے برکت کی
دعا فرمائی۔

حضور علیہ السلام کی دعا کی ہی برکت تھی آپ کے فرزند ارجمند حضرت
عبید اللہ وقت کے جلیل القدر فقیہ عالم، عابد اور آسمان زہد کے ایسے ستارے گزرے
ہیں کہ علمی دنیا میں ہمیشہ ان کا نام زندہ رہے گا۔ الحاصل آپ کے دادا اور والد دونوں
وقت کے امام صحابہ کے معتمد اور حضور علیہ السلام کی شفقت و محبت سے مالا مال تھے۔

حصول علم:

آپ نے جس معاشرہ اور دور میں آنکھ کھولی وہ صحابہ کرام اور امت کے
بہترین افراد کا زمانہ تھا جس کا آپ نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اپنے والد سیدنا عبد اللہ،
سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابو سعید خدری، سیدنا عبد اللہ
بن عمر سیدنا عثمان بن حنیف، سیدنا نعمان بن بشیر، سیدنا عبد الرحمن بن عبد القاری رضی
اللہ عنہم اجمعین وغیرہم جیسے کبار صحابہ سے علم حاصل کیا۔

(تہذیب التہذیب ج 4 ص 324)

علمی و فقہی مقام:

آپ کو تمام دینی علوم میں مہارت نامہ حاصل تھی اور خصوصاً علم حدیث اور فقہ میں آپ کا مقام بے مثال تھا جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حدیث میں ائمہ صحاح نے آپ کی روایات کو اپنی کتب میں نقل کیا اور فقہ میں یہ مقام تھا کہ مدینہ منورہ کے وہ حضرات جنہیں فقہاء سبعہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ان میں آپ بھی شامل ہیں آپ علم حدیث و فقہ کے اتنے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے کہ بڑے بڑے اساطین علم اور وقت کے راہنما و پیشوا آپ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ چند ایک کی آراء درج ذیل ہیں:

علمی مقام ائمہ دین کی نظر میں:

آپ کے علمی مقام اور نرمی کی وجہ سے سیدنا عبد اللہ بن عباس کی بہت عزت کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج 5 ص 250)

امام ابن شہاب زہری جنہوں نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان جیسے کئی دیگر علم کے سمندروں سے علم حاصل کیا آپ کے علم کے متعلق فرماتے ہیں: سمعت من العلم شیئاً کثیراً فظننت انی قد اکتفیت حتی لقیتم عبید اللہ فاذا کلنی لیس فی یدی شیء۔

(وفیات الاعیان المعروف تاریخ خلکان ج 3 ص 115)

کئی حضرات سے بہت زیادہ علم حاصل کرنے کے بعد میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہ اب مزید علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں میرا علم مکمل ہو گیا لیکن جب عبید اللہ کی مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا اور ان کے علمی نکات سنے تو مجھے محسوس ہوا

کہ میرے پاس تو کچھ بھی علم نہیں۔

اس سے ملتی جلتی بات حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی نقل کی ہے
اس میں یہ بھی ہے کہ میرے اساتذہ میں عبید اللہ کو یہ مقام حاصل ہے کہ میں جب
بھی ان کی مجلس میں بیٹھا انہوں نے نئے دلائل کی بارش کی ہے۔

(تہذیب التہذیب ج 4 ص 324)

امام زہری رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں: أدرکت من قریش أربعة بحور
سعید بن المسیب وعروة بن الزبیر وأبأسلمة بن عبد الرحمن وعبید اللہ بن عبد
اللہ بن عتبہ۔

(الطبقات الکبریٰ ج 2 ص 382)

قریش کے وہ چار حضرات جو علم کے سمندر تھے ان میں حضرت عبید اللہ
رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

امام ابو جعفر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کان مقدماً فی العلم والمعرفة
بالاحکام والحلال والحرام۔

(تہذیب التہذیب ج 4 ص 325)

آپ رفعت علم، معرفت احکام اور حلال و حرام کے جاننے میں سب سے
آگے تھے۔

حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الإمام التابعی، أحد فقهاء
المدينة السبعة.... واتفقوا على جلالته وإمامته وعظم منزلته۔

(تہذیب الاسماء ج 1 ص 442، 443)

آپ مشہور تابعی وقت کے امام اور مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک ہیں
اہل علم آپ کی جلالت، امامت اور علوم مرتبہ پر متفق ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے جب آپ کا تذکرہ کیا تو الفقیہ اور احد الفقہاء السبعة جیسے الفاظ میں آپ کے مدح فرمائی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج 1 ص 62)

امام ابن عبد البر فرماتے ہیں: کان أحد الفقہاء العشرۃ ثم السبعة الذین یدور علیہم الفتوی وکان عالماً فاضلاً مقدماً فی الفقه تقیاً شاعراً محسنالمرء ینکن بعد الصحابة إلی یومنا فیماعلمت فقیہه اشعر منه ولا شاعراً افقه منه۔

(تہذیب التہذیب ج 4 ص 325)

مدینہ منورہ کے پہلے دس فقہاء اور بعد میں وہ سات فقہاء جن کا فتویٰ مدینہ میں چلتا تھا اور انہیں پر فتویٰ کا دار و مدار تھا۔ حضرت عبید اللہ کا شمار بھی ان میں ہوتا ہے آپ وقت کے بہترین عالم علم فقہ میں بلند مقام کے حامل نیک متقی اور اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی تھے۔ میری معلومات کے مطابق صحابہ کرام کے بعد آپ وقت کے سب سے بڑے شاعر بھی تھے اور سب سے بڑے فقیہ بھی یعنی دونوں علوم کا حسین امتزاج آپ ہی تھے۔

آپ کی وفات اور حضرت عمر بن عبد العزیز کی حسرت:

کتب اسماء و تاریخ کے مطابق حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ آپ کی دنیاوی حیات میں آپ کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے اور جب 98ھ میں آپ کا انتقال ہوا تو وفات کے بعد عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا:

اگر امام عبید اللہ آج دنیا میں موجود ہوتے تو میں س ان کی ہدایات پر عمل کرتا اور ان کی رائے و مشورہ سے سر مو بھی انحراف نہ کرتا۔

(تہذیب التہذیب ج 3 ص 325)

الاشباہ والنظائر (2)

الاشباہ والنظائر کا معنی کیا ہے؟

اہل لغت کے نزدیک ”الاشباہ“ جمع ہے شبہ کی۔ اس کا معنی ہے مثل اور شبیہ اور ”النظائر“ نظرۃ کی جمع ہے بمعنی مثل۔ گویا لغت کے اعتبار سے یہ دونوں الفاظ (الاشباہ اور النظائر) ہم معنی اور مترادف ہیں اور ان کا ایک دوسرے پر عطف، یہ عطف ترادف کے قبیل سے ہے۔

فقہاء کرام کی اصطلاح میں، الاشباہ والنظائر کا جو مفہوم ہے۔ اسے علامہ حموی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: المسائل التي تشبه بعضها بعضا مع اختلافها في الحكم لأمور خفية ادر كها الفقهاء بدقة انظارهم۔

(غز عیون البصائر ج 1 ص 53)

کتاب لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

زیر تعارف کتاب کے مصنف علام ابن نجیم رحمہ اللہ دسویں صدی ہجری کے فقیہ ہیں آپ کے زمانہ سے پہلے بھی فقہ کے عنوان پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی تھیں۔ آخر کیا وجہ بنی جس نے علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ کو ”الاشباہ والنظائر“ لکھنے پر آمادہ کیا؟ کتاب کے مقدمہ میں مصنف نے خود ہی اس بات سے پردہ اٹھایا ہے، موصوف نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مفہوم یہ ہے:

”ہمارے مشائخ اور فقہاء کرام رحمہم اللہ اپنے اپنے انداز میں فقہ کے عنوان پر اگرچہ چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں لکھ چکے ہیں ان کتابوں میں متون، شروحات اور

فتاویٰ سب شامل ہیں لیکن ان کتابوں میں کوئی ایسی کتاب مجھے دیکھنے میں نہیں ملی جو علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ کی اس کتاب جیسی ہو جو فقہی فنون پر مشتمل ہے، چنانچہ جب میں نے اپنی کتاب ”شرح الکنز یعنی البحر الرائق“ کے ”باب البیع الفاسد“ تک پہنچا تو اس دوران فقہی قواعد و ضوابط پر مشتمل ایک مختصر سی کتاب لکھی جس کا نام ”الفوائد الزینیة فی فقہ الحنفیة“ تجویز کیا۔ میں نے اس کتاب میں 500 فقہی قواعد و ضوابط تحریر کیے اس کے بعد میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اسی ”فوائد الزینیة“ کے طرز پر ایک اور کتاب لکھی جائے جو سات فنون پر مشتمل ہو۔“

کتاب کے سات فنون پر ایک نظر:

جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھا کہ ”الاشیاء والنظار“ کو مصنف رحمہ اللہ نے سات فنون پر تقسیم کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں ان فنون کا مختصراً تذکرہ کر دیا جائے۔

الفن الاول: القواعد کلیہ: یہ پہلا فن ہے اس فن کو صاحب کتاب نے دو انواع میں تقسیم کیا پہلی نوع میں 6 قواعد جب کہ دوسری نوع میں کل 19 قواعد بیان کیے گئے ہیں، پھر ان میں سے ہر ایک قاعدہ مختلف اصول و قواعد پر مشتمل ہے۔

الفن الثانی: الفوائد: اس میں مصنف رحمہ اللہ نے کتب فقہ کی طرز پر (یعنی کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج..... کتاب القسمۃ تک) ہر باب کے اہم مسائل کے فوائد مخصوص انداز میں ذکر کیے ہیں۔

الفن الثالث: الجمع والفرق: اس میں بتایا گیا ہے کہ باہم ملتے جلتے مسائل کہاں متحد اور کس مقام پر مختلف ہو جاتے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ نے اس فن کی اہمیت کو یوں بیان فرمایا کہ اس فن میں ایسے مسائل و احکام بیان کیے گئے ہیں جو کثرت سے پیش

آتے رہتے ہیں، ان اصول و قواعد سے بے خبر رہنا ایک فقیہ و مفتی کے شایان شان نہیں نیز اسی فن میں ایک خاتمہ بھی ہے جس کے تحت بہت سے اہم قواعد و فوائد ذکر کیے گئے ہیں۔

ملفوظ: یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس تیسرے فن کی تکمیل مصنف رحمہ اللہ نے خود نہیں کی بلکہ آپ کے برادر شیخ عمر بن نجیم رحمہ اللہ نے اس فن کو مکمل کیا تھا۔
الفن الرابع: الاغاز: الغاز لغز کی جمع ہے لغز پہیلی کو کہتے ہیں، پڑھنے والے کے ذہن کو تازگی دینے اور آسان طریقے سے فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کی غرض سے مصنف رحمہ اللہ نے فقہی مسائل کو پہیلی کے طرز پر بیان کیا ہے اس فن میں بھی موصوف نے کتب فقہ والی ترتیب ملحوظ رکھی۔

الفن الخامس: الحیل: حیل؛ حیلہ کی جمع ہے اس کا معنی تدبیر ہے اس فن کے تحت مصنف رحمہ اللہ نے مختلف ابواب کے ان فقہی احکام و مسائل کو قلمبند کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی ان پیچیدہ مسائل کا شکار ہو جائے اس صورت میں اسے کیا کرنا چاہیے اور خلاصی اور چھٹکارے کی صورت کیا ہوگی؟ اس فن میں ان متبادل طریقوں کو بیان کیا گیا ہے۔

الفن السادس: الفروق: یہی وہ فن ہے جس کی طرف نسبت کرتے ہوئے مصنف نے اپنی کتاب کا نام ”الاشباہ والنظائر“ رکھا ہے اس فن میں احکام فقہیہ اور ان کے درمیان فرق کو نہایت دل نشین انداز میں تفصیل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔

الفن السابع: فی الحکایات: اس فن میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ الہ اور دیگر فقہاء احناف کے خاص خاص واقعات، مکالمات اور مراسلات وغیرہ کو جمع کیا گیا ہے۔

(.....جاری ہے)

تبصرہ کتب

بکھ..... مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

نام کتاب: ارشاد الحواشی شرح اردو اصول الشاشی

مؤلف: مولانا شبیر احمد

ملنے کا پتہ: دارالعلوم عید گاہ کبیر والا 03008390993

اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ دینی علوم میں علم فقہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ فقہ؛ اصل میں قرآن و سنت سے اخذ شدہ مسائل شرعیہ کے مرتب شدہ مجموعہ کا نام ہے۔ متعدد آیات و احادیث میں جہاں تفقہ فی الدین کی ترغیب دلائی گئی ہے وہاں پر فقہاء مجتہدین کا بلند مرتبہ و مقام بھی سمجھا دیا گیا ہے۔

چنانچہ المعجم الاوسط طبرانی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ان نزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا ینہی فما تاامرونا؟ قال: تشارون الفقهاء۔ الخ اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ درپیش آجائے جس کے بارے میں نہ تو کرنے کا حکم ہو اور نہ ہی اس سے رکنے کا، تو ہم کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فقہاء سے پوچھ لینا۔

فقہیہ اور مجتہد اس عظیم منصب تک رسائی کے لیے جہاں خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے وہاں پر اسے قواعد و ضوابط اور اصولوں کے سنہری زینے بھی طے کرنے پڑتے ہیں۔ انہی اصولوں کو اہل علم کی اصطلاح میں ”اصول فقہ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس فن کی اہمیت کے پیش نظر دینی مدارس کے طلباء و طالبات میں فقہی شعور و فکر کو بیدار کرنے کے لیے ارباب مدارس نے اصول فقہ کی چند معتبر اور مستند کتابیں شامل نصاب کی ہیں تاکہ طلباء و طالبات کو فقہ کے مسائل قرآن و سنت اور اجماع امت سے نکلنے

ہوئے دکھائی دیں۔ مزید یہ کہ فقہاء کی محنت کا اندازہ بھی ہو سکے کہ مجتہد کس طرح مسائل شرعیہ کو قرآن و سنت سے مستنبط اور مستخرج کرتا ہے۔ اصول فقہ کی چند بنیادی اور اساسی کتابوں میں ایک معروف نام ”اصول الشاشی“ کا بھی ہے۔ اس فن میں اس کتاب کو مرجع، ماخذ اور مصدر کی اہمیت حاصل ہے۔ اس کے مصنف فقیہ وقت ابو علی احمد بن محمد بن نظام الدین الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (متوفی 334ھ) ہیں۔ موصوف امام ابو الحسن کرخی رحمہ اللہ کے مایہ ناز تلمیذ تھے۔ صاحب کتاب نے سہل اور اقرب الی الفہم انداز میں ”اصول فقہ“ پر مفید اور جامع بحث فرمائی ہے۔

ملک پاکستان کے مشہور دینی ادارے دارالعلوم عید گاہ کبیر والا کے لائق، محنتی اور ماہر اساتذہ کی کئی کتب و شروحات اہل علم میں دادِ تحسین پا چکی ہیں انہی میں ایک بہت معتبر نام محبوب الطلاب استاذی المکرم مولانا شبیر احمد دامت ظلہ صاحب ارشاد الحواشی کا بھی ہے اگرچہ اصول الشاشی کی متعدد شروحات لکھی گئی ہیں۔ مثلاً: شرح مولیٰ محمد بن الحسن الخوارزمی رحمہ اللہ (متوفی 781ھ)، حصول الحواشی علی اصول الشاشی از حسن ابو الحسن بن محمد، عمدۃ الحواشی از محمد فیض الحسن، تسہیل اصول الشاشی از محمد انور بدخشانی وغیرہ۔ لیکن زیر تبصرہ کتاب ارشاد الحواشی اپنے منفرد طرز تفہیم کے سبب ان میں الگ مقام رکھتی ہے۔ طالب علم کو صورت مسئلہ سمجھانے میں تقطیع عبارت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ پہلے عبارت کا مختصر سا حصہ اس پر اعراب اور اس کے بعد آسان اور سہل ترجمہ بعد ازاں اس کی تشریح و توضیح۔ جو نہ تو اس قدر طویل ہے کہ جس سے طالب علم اکتاہٹ کا شکار ہوتا ہے اور نہ اتنی مختصر کہ نفس مسئلہ سمجھنے میں کوئی دقت اٹھانی پڑے۔

ارشاد الحواشی؛ اصول فقہ پر کام کرنے والے، اس علم کے حصول کے خواہش مند طلباء و طالبات اور اس کو پڑھانے والے مدرسین کے لیے بیش بہا علمی تحفہ ہے اور میدان علم کے شاہسواروں کا مضبوط ہتھیار ہے۔ ٹائٹل خوبصورت اور بانڈنگ عمدہ ہے۔

لوحِ ایام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں معزز مہمانان گرامی کی آمد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے اندرون و بیرون ممالک کے مختلف مسلکی اسفار اہم مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں

☆ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ (خانقاہ اشرفیہ اختر) میں 5 فروری 2015ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے لیے بیان ہوا۔

☆ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن مسلکی و دعوتی دورے کے لیے ہانگ کانگ تشریف لے گئے۔ جہاں مختلف تربیتی و فکری اور عوامی اجتماعات سے خطاب کیا۔ دورے کی سرگزشت صفحہ 8 تا 17 پر ملاحظہ فرمائیں۔

☆ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں پانچویں سالانہ درورہ تحقیق المسائل کی تیاری کے سلسلے میں مرکز کے تمام مدرسین، عملے اور عالمی اتحاد کے مرکزی ذمہ داران کا اجلاس ہوا۔

☆ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں مفتی عبدالواحد قریشی امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ (خیبر پختونخوا) اور محقق اہل السنۃ مولانا ابوالیوب قادری نے تخصص فی التحقیق والدعوۃ کے طلباء کو تین ہفتے کے دورانیے پر مشتمل لیکچرز دیے۔

☆ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں شعبہ درس نظامی، تخصص فی التحقیق والدعوۃ اور شعبہ حفظ القرآن الکریم کے طلباء کا شش ماہی امتحان ہوا۔

☆ مرکز اہل السنۃ میں 5 فروری سے ماہانہ تین روزہ تحقیق المسائل کورس کا انعقاد ہوا جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔

رقم بھیجنے کا طریقہ کار!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو ادارے کی جانب سے گزارش کی جاتی ہے کہ آپ کو ہر ماہ تسلسل کے ساتھ مطلوبہ رسائل بھیجے جارہے ہیں۔ آپ کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے ادارہ نے آپ کی طرف سے ادا شدہ رقم کو یقینی بنانے کے لیے ہدایات جاری کی ہیں۔

بذریعہ منی آرڈر:

دفتر رسائل و جرائد [ماہنامہ فقیہ] مرکز اہل سنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا۔
نوٹ: منی آرڈر سلپ پر اپنا نام مکمل پتہ اور فون نمبر لکھنے کے ساتھ مطلوبہ رسالے کا نام ضرور لکھیں اور اگر نیا رسالہ جاری کرانا ہے تو ساتھ بریکٹ میں (نیا) لکھیں اور اگر سابقہ بل ادا کرنا ہے تو بریکٹ میں (تجدید) اور اپنا خریداری نمبر لکھیں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ:

میزان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 14010100725862
نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا S.M.S یا ای میل ☐ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

ای میل ایڈریس:

mag@ahnafmedia.com

میج کرنے کے لیے:

03326311808

[ماہنامہ فقیہ کے مستقل ممبر بننے دوستوں کے نام ماہنامہ فقیہ سبسکریپشن کیجیے]

ممبر شپ کا طریقہ

نام: ولدیت:

رابطہ نمبر: ای میل:

بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر نمبر (لازمی):

بینک کا نام: رقم جمع کرانے کی تاریخ:

مکمل ایڈریس: ☐:

مکان / فلیٹ / دکان / دفتر نمبر، ڈاکخانہ، تحصیل، ضلع اور صوبہ واضح لکھیں:

نوٹ: فارم کسی بھی سادہ کاغذ پر فل آپ کر کے سرکولیشن مینیجر ماہنامہ فقیہ کے نام

درج ذیل پتے پر ارسال کریں۔ یا بینک ڈرافٹ نمبر اور مکمل پتہ فون پر لکھوادیں۔

پتہ: دفتر رسائل و جرائد (ماہنامہ فقیہ) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا۔

نوٹ: رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر درج بالا پتے پر کریں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ: میزبان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 14010100725862

نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون

یا S.M.S یا ای میل ☐ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

وائس ایپ:

Whatsapp پر ہمارا رابطہ نمبر یہ ہے: +923062251253

mag@ahnafmedia.com

فون ☎: 03326311808

ماہنامہ فقہ ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	کراچی	03342028787
ڈاکٹر تحسین اللہ	پشاور	03339217613
مولانا نوید حنیف	آزاد کشمیر	03132317090
مولانا سلیم معاویہ	کبیر والا	03005664817
مولانا محمد صدیق	ڈیرہ غازی خان	03356351893
مولانا محمد عثمان	میانوالی	03336836228
مولانا عمر خطاب	اٹک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	لاہور	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
محمد رئیس	ٹانک	03319143483
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبد اللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبد اللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
عبد الوکیل عزیزی	سیالکوٹ	03338639255
مکتبہ ختم نبوت	بہاولپور	03136333497

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808



مرکز اہل السنّت والجماعت

زیر سرپرستی

محمد الیاس گھمن

ایک ادارہ، ایک تحریک

شعبہ جات

- شعبہ حفظ القرآن الکریم
- شعبہ درس نظامی
- ایک سالہ تخصص فی التحقیق والدعوة (برائے فضلاء کرام) ماہ شوال تا ماہ شعبان
- شعبہ تصنیف و تالیف
- بارہ روزہ دورہ تحقیق المسائل (برائے طلبہ عظام) ماہ شعبان
- تین روزہ تحقیق المسائل کورس (برائے عوام الناس)
- ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات شام تا اتوار صبح ۱۰ بجے
- ماہانہ مجلس واصلاحی بیان (برائے مریدین و سالکین)
- ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات مغرب تا عشاء
- (شعبہ رسائل و جرائد) فقیہ (ماہنامہ) - بنات اہل السنّت (ماہنامہ برائے خواتین)
- مکتبہ اہل السنّت والجماعت (فکری و نظریاتی کتب، پوسٹرز، آڈیو کیسٹس اور سی ڈیز کی ترسیل کیلئے)
- مرکز اصلاح النساء (خواتین اور بچیوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا ادارہ)
- احناف میڈیا سروسز www.ahnafmedia.com
- (پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اسلامک کلچر کے فروغ کیلئے)
- احناف ٹرسٹ (مندرجہ بالا تمام شعبہ جات میں مالی معاونت کیلئے)
- آن لائن دارالافتاء: mufti@ahnafmedia.com
- واٹس ایپ سروس 0304-6109956

ان تمام شعبہ جات میں مرکز کے ساتھ زکوٰۃ، عشر، صدقات کی مدد میں تعاون فرمائیں

میزان بینک سرگودھا

اکاؤنٹ نمبر
14010100725862

محمد الیاس

بنام

مرکز اہل السنّت والجماعت، 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا **خط و کتابت**

E-mail: markazhanfi@gmail.com 0346-7357394 - 048-3881487